Scanned with CamScanner

محبت فکر میں بہتے
وجودی نوحے سے اک ماوراشے ہے
محبت "سارتر" اور "کافکا" کے تھور سے بنجر
فرانسیسی زمینوں میں
رجا کے خواب بوتی ہے
نہ اپنے ہونے کے احساس سے
بے چین ہو کر
اضطرابِ مرگ کا افسانہ بنتی ہے

محبت میراجی کی نظموں کی مانند
اک الجھی ہوئی گتھی نہیں ہے
جس کو سلجھاتے ہوئے
صدیاں گزر جائیں

محبت اپنی وضع میں
کسی افرنگی تہذیب وثقافت کے
چمکتے قمقموں میں
ناچتے مدہوش جسموں کے
نشیبوں سے اڈتی
اک شراب آلود بُو سے ماوراشے ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محبت ہجر ہے

Scanned with CamScanner

محبت ہجر ہے

(طویل نظم)

شیراز زیدی

ناشر : زاہد شیخ

"اے رب! میرے علم میں اضافہ فرما"

ہماری کتابیں، معیاری کتابیں، پیاری کتابیں

نام کتاب —— محبت ہجر ہے

شاعر —— ڈاکٹر شیراز زیدی

اشاعت —— 2020ء

کمپوزنگ —— التمش ہبین

ڈیزائن —— حامد رؤف

مارکیٹنگ —— عقیل باقر

مطبع —— شہباز پرنٹرز، لاہور

قیمت —— 300/- روپے

دُعا پبلی کیشنز

الحمد مارکیٹ اُردو بازار لاہور - فون: 042-37233585
E-mail: duapublications@gmail.com

خوبصورت اور معیاری کتب شائع کروانے کے لیے رابطہ کریں۔ زاہد شیخ : 0300-9476417

انتساب

عینی

اور

بچوں

کے نام

یہی ہے

اندک و بسیار میرا

تو نشناسی ہنوز شوق بمیرد ز وصل
چیست حیاتِ دوام؟ سوختنِ ناتمام
اقبال

پیش گفتار

انسانی تہذیب کے ساتھ ساتھ طویل نظم بھی ارتقا کے ایک طویل مرحلے سے گزری ہے۔طویل نظم کو صرف مشرق ہی نہیں بلکہ مغرب میں بھی شناخت کا مسئلہ درپیش رہا اور اسے ایک علیحدہ صنفِ سخن کا درجہ نہیں مل سکا لیکن آہستہ آہستہ طویل نظم شناخت کے سفر میں مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے اپنے وجود کو منوانے میں کامیاب ہوگئی۔اردو میں مثنوی،مرثیہ، قصیدہ،شہر آشوب اور واسوخت جیسی اصنافِ سخن طویل نظم ہی کا نقشِ اول تھیں۔نظیر اکبر آبادی نے بھی کئی طویل نظمیں لکھیں تاہم جدید اردو نظم کے فروغ کے بعد یہ رفتار تیز ہوئی اور حالی،اقبال اور جوش کی طویل نظموں کے بعد ن م راشد،علی سردار جعفری،مختار صدیقی، اختر الایمان،ابن انشا،جعفر طاہر،عبدالعزیز خالد،عمیق حنفی،اختر حسین جعفری،عزیز حامد مدنی،سلیم احمد،حمایت علی شاعر،ڈاکٹر وزیر آغا،جمیل الدین عالی،ڈاکٹر ستیہ پال آنند،جگن ناتھ آزاد،آفتاب اقبال شمیم،احمد شمیم،علی محمد فرشی،عقیل احمد فضا اعظمی،شفیق فاطمہ شعریٰ اور دیگر کئی تخلیق کاروں کی طویل نظموں نے اس صنف کا دامن نئے اسالیب و معانی،تازہ تر موضوعات اور نئے ہیئتی تجربات سے مالا مال کیا۔نسبتاً کم طوالت کی حامل نظمیں بھی کثیر تعداد میں لکھی گئیں۔

اکیسویں صدی طویل نظم کے لیے اور زیادہ سازگار ثابت ہوئی اور کئی تخلیق کاروں کی طویل نظمیں کتابی شکل میں بھی شائع ہوئیں۔یہ فہرست خاصی طویل ہے جس کی تفصیل میں جانا یہاں ممکن نہیں لیکن ان کتابوں کے مطالعے سے یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ جدید حسیت کے حامل نظم کے بہت اچھے تخلیق کار بھی اب اس طرف متوجہ ہو رہے ہیں اور آہستہ آہستہ

طویل نظم کے تخلیقی مزاج سے آگہی کا سلسلہ آگے بڑھ رہا ہے۔اسی تسلسل میں شیراز زیدی کی طویل نظم ''محبت ہجر ہے'' کا مسودہ بھی میرے ہاتھ میں آیا ہے جو ساڑھے سترہ سو سے زائد مصرعوں پر محیط ہے اور اس کے مطالعے کے بعد میری خوش امیدی میں اضافہ ہوا ہے۔'محبت اور ہجر' ہمیشہ سے شاعری کا ایک آفاقی موضوع رہا ہے اس لیے بظاہر اس نظم کا موضوع بہت سادہ اور عمومی ہے لیکن شاعر نے فن کارانہ ہنر مندی سے کام لیتے ہوئے اس میں تاریخ، مذہب، ادب، سماجیات، سیاسیات، فلسفہ، نفسیات، سائنس اور ٹیکنالوجی کے رنگ سمو دیے ہیں جس کی وجہ سے نظم کے ساتھ ساتھ سفر کرتا ہوا قاری کا ذہن محبت کے اَسرار کی عقدہ کشائی کے ساتھ ماضی اور حال میں پھیلی ہوئی زندگی کے تنوع اور اس کی جہات کو بھی خود پر منکشف کرتا چلا جاتا ہے۔

محبت کیا ہے؟ اس کا طلسم کس طرح انسان کو اسیر کرتا ہے؟ شاعری میں اس کا جواب تو ہمیں مختلف اسالیب، مختلف لہجوں اور مختلف ذائقوں میں بار بار ملتا ہے لیکن محبت کیا نہیں ہے؟ اس سوال کا جواب قدرے تفصیل سے یہ نظم ہمیں پہلی بار دیتی ہے اور اس طرح لفظ'' محبت'' کی اکہری معنویت اور یک سطحی تفہیم کے اندازِ نظر کو مسترد کرتی ہے۔محبت رحم کا صدقہ، نوکری کا ٹشو پیپر، واہمے اور بے یقینی کا حیرت زدہ لمحہ اور کم ظرفی، حسد، کینہ اور رقابت جیسے جذبات کے جوہڑوں میں پروان چڑھنے والا جرثومہ نہیں ہے۔یہ جدلیاتی مادیت، اینٹی تھیسس، الحاد و انکار کے تصورات کا معاملہ اور سرمایہ دارانہ نظام کی طرح استحصالی فطرت رکھنے والا جذبہ نہیں ہے۔یہ سگمنڈ فرائڈ کی بے مہار جنسیت کا مسئلہ، فرنگی تہذیب و ثقافت کی چمک دمک کا سلسلہ، نطشے کے ارتدادِ دین و مذہب کا اعلامیہ اور مسولینی کے فاشزم اور ہٹلر کے نازی ازم کا اشاریہ بھی نہیں ہے۔ نہ یہ وجودیت، تجریدیت ، رمزیت، جدیدیت اور علامت کے پیرہن میں لپٹا ہوا کوئی استعارہ ہے۔محبت نہ تو جبر و اکراہ کا قصہ ہے نہ وراثت میں ملنے والا حصہ، نہ کشمیر کا قضیہ نہ تاریخ کا مسخ ہونے والا صفحہ، پھر یہ کیا ہے؟ اگر چہ نظم میں یہ تکرار بھی نظر آتی ہے کہ:

محبت کی وضاحت ہو نہیں سکتی

یا

محبت بے وضاحت ہے

لیکن شاعر نے سوال اٹھانے کے علاوہ بڑی حد تک اس نظم میں اس سوال کا جواب دینے کی کوشش بھی کی ہے مگر اس جواب پر غور کرنے سے قبل بہتر ہے کہ پہلے اس بات پر غور کر لیا جائے کہ شاعر کا مقصود کیا واقعی محض اس سوال کا جواب تھا؟ سچ تو یہ ہے کہ محبت چوں کہ زندگی ہے اس لیے اپنے اردگرد پھیلی ہوئی زندگی کے مظاہر پر تنقیدی نظر ڈالتے ہوئے اس سوال کا جواب تلاش کرنا شاعر کا اصل مقصود ہے۔ سیاست و معیشت، فلسفہ و تاریخ ،ادب و نفسیات اور سماجیات و سائنس جیسے شعبہ ہائے زندگی پر کسی نہ کسی صورت میں تنقیدی ردعمل ہمارے سامنے آتا رہتا ہے کیوں کہ بقول میتھیو آرنلڈ ''ادب تنقیدِ حیات ہے''لیکن زندگی کے ان تمام پہلوؤں پر جستہ جستہ اپنی تنقیدی فکر کو کھل کر ایک طویل نظم میں سمیٹنے کا یہ ایک منفرد تجربہ ہے یہی وجہ ہے کہ اس موضوع کی عمومیت اور آفاقیت کے باوصف اس نظم کا ایک مضبوط پہلو یہ ہے کہ عہدِ جدید کے تناظر میں یہ ایک منظوم تنقیدی اظہاریہ بن گئی ہے۔ ذرا نظم کے مختلف حصوں سے ماخوذ مصرعوں پر غور کیجیے:

محبت رحم کا صدقہ نہیں ہوتی
جسے بیمار کی جھولی میں ڈالا اور ذرا سی دیر کو تسکین پالی
محبت ہاسپٹل کے وارڈ میں رکھے ہوئے بیڈ سے نہیں اُگتی

محبت نوکری کا وہ ٹشو پیپر نہیں ہے
جس سے کوئی ناشتے کی میز پر رشتوں کا سالن
انگلیوں سے پونچھ کے اپنے ہی گھر کی ڈیوڑھی میں رکھے ہوئے
کچرے کے ڈبے میں ادا و ناز سے پھینکے

Scanned with CamScanner

محبت مارکس کی ہیگل زدہ جدلیاتی مادیت کی
تھیوری کی گردِ کہن سے بھی قبائے دل کو آلودہ نہیں کرتی

محبت ایسی کمیونسٹ لیڈی بھی نہیں ہے جو
معیشت کی رسومِ کہنہ پر اک بے محابا اور کھلی تنقید اور تردید کرنے کے بجائے
صرف اس الحاد کی ترغیب دیتی ہو
کہ جو ذہنوں پہ پنجے گاڑتا ہے تو
خدا ہی کی نفی پر بس نہیں کرتا

نہ یہ سرمایہ داری ہے
کہ اس میں آج اک روپیہ لگا دو گے تو کل گنجِ گراں مایہ
تمھارے ہاتھ آئے گا
محبت اپنی ہیئت میں زیان و سود سے آگے کی اک شے ہے

تمھیں یہ بھی بتانا ہے
کہ یہ سگمنڈ فرائڈ کی بھٹکتی بے محابا جنسیت کے بے نتیجہ فلسفے کی بھی
کھلی تکذیب کرتی ہے
کسی افرنگی تہذیب و ثقافت کے
چمکتے قمقموں میں ناچتے، مدہوش جسموں کے
نشیبوں سے اُڑتی اک شراب آلود بُو سے ماورا شے ہے

محبت فکر میں بہتے وجودی نوحے سے اک ماورا شے ہے

محبت 'سارتر' اور 'کافکا' کے تھور سے
بنجر فرانسیسی زمینوں میں رجا کے خواب بوتی ہے
نہ اپنے ہونے کے احساس سے بے چین ہو کر
اضطرابِ مرگ کا افسانہ بنتی ہے
نہ یہ 'تجریدیت' اور 'رمزیت' کی طرح سے اپنی روایت کا کوئی
بے ساختہ ردعمل ہے

تمھیں یہ بھی بتانا ہے
محبت کی کوئی سرحد نہیں ہوتی
یہ ہندوستان، پاکستان یا کشمیر کی تقسیم در تقسیم کا قضیہ نہیں ہے
جو
حقائق مسخ کر کے صفحہ در صفحہ
تعصب اوڑھ کے تاریخ کے چرنوں میں بیٹھا ہو
نہ ہی یہ 'ماؤنٹ بیٹن' کا قلم ہے
جو اچانک بھالا بن کے
مشرقی پنجاب کے سینے میں گڑ جائے
محبت کی حکومت کو کسی قائد کے چودہ نکتوں کی حاجت نہیں ہوتی
یہ گاندھی کا 'اہنسا' بھی نہیں جس کے رحم و بطن سے 'شدھی' کی اور سنگٹھن کی
بھٹکی آتمائیں جنم لے کر نرکھ کی تجسیم ہو جائیں

محبت رام جی کی طرح بن واسی نہیں ہوتی
کہ اپنی سیتا کو لنکا کے آتنک واد جنگل میں

اکیلا چھوڑ کے چل دے
یہ کیتھولک کلیسا کی مقدس رنڈیوں کی داستانِ غم نہیں جس کو
کسی 'تائیس' کے کردار سے لکھا گیا ہو
محبت ''مسجدِ ضرار'' کا
خشتِ فساد و فتنہ سے تعمیر کردہ اک نحس گنبد نہیں ہے
جو فجور و فسق کی بنیاد بن جائے

محبت ''شاید''، ''یعنی''، ''لیکن'' سے تشکک خیز لفظوں میں نہیں ہوتی
محبت 'ایلیا' کی کلبیت سے آگے کی شے ہے
نہ یہ راشد کی ایسی نظم ہے جس میں
کہ 'سالا مانکا' کی بیوی کو ساری رات بستر پر برہنہ دیکھنے کا اعترافِ جرم ہو لیکن
بدن کی تشنگی مٹنے بجائے اتنی بڑھ جائے

یہ تو صرف چند مثالیں ہیں ورنہ اس نظم میں ایسے بے شمار تنقیدی اشاریے بکھرے ہوئے ہیں جو ہمارے ادبی منظر نامے، سیاسی صورتِ حال، مشینی زندگی کے مصنوعی حوالوں، سماجی رویوں اور خود غرضی اور مفادات کی چادر میں لپٹے ہوئے رشتوں کو بے نقاب کرتے ہیں۔ اِن تنقیدی آرا سے اختلاف کا حق بھی بہر حال ہمیں اور آپ کو حاصل ہے کیوں کہ یہی تو وہ ہمہ گیر اور ہمہ جہت زندگی ہے جس نے انسان کے ارتقائی سفر میں اپنا حصہ ڈالا ہے۔ اس سوال کا جواب کہ محبت آخر ہے کیا؟ نظم کے آخری حصے میں دینے کی کوشش کی گئی ہے اور اس میں بھی شاعر کی روانیٔ طبع اور تفصیل پسندی بے حد نمایاں ہے۔ محبت روحِ کائنات بھی ہے، گنبدِ خضرا کی چھاؤں بھی، یہ سجدۂ شبیر بھی ہے اور کارگاہِ کربلا میں زینبِ دلگیر بھی، یہ انبیا کے انوار کی تجلی بھی ہے اور اولیاء اللہ کے اَسرار کی روشنی بھی، یہ سازِ انا الحق پر

گایا جانے والا نغمہ بھی ہے اور مئے لاہوت کا نشہ بھی۔ اس مرحلے پر شاعر نے بڑے خوب صورت اسلوب میں آج کے انسان کو یہ پیغامات دیے ہیں:

یہ تختِ معنی و مفہوم پہ ہو تو جہانِ معرفت کی سیر کرتی ہے
محبت کی سواری آسماں کے ساتویں در سے کہیں آگے اترتی ہے

مری ہم دم محبت ایک ایسا راز ہے جو آدمی پہ منکشف بھی ہے
یہ اپنی ہی تماشا بیں، علامت خیز بھی ہے اور اپنی معترف بھی ہے

سنو تم کوچہ ہائے یثرب و بطحا میں اڑتی خاک بن جاؤ
کبھی خود کو ذرا شیراز اور تبریز کی گلیوں میں بکھراؤ
دمشق و کربلا کے بے کراں صحراؤں کے سورج میں پگھلاؤ
یا آنکھیں موند کے قم اور مشہد سے کوئی موسم چرالاؤ
یقیں جانو محبت آئینہ ہے جو کئی منظر دکھاتا ہے

نظم کا یہ حصہ اپنے تلمیحی رنگ کی وجہ سے اثر آفریں ہو گیا ہے لیکن ان تلمیحات پر مذہبی اساطیر کا رنگ غالب ہے۔ نوح کی کشتی، حمیتِ ابراہیمی، ناقۂ صالح یوسف سرِ بازار، ہاجرہ کی جستجو، ایڑیوں سے پھوٹتے چشمے کی ''ھو''، تختِ ملکِ سبا، اصحابِ کہف کے سگ، فیل و ابابیل، ثور و حرا کے غاروں کی خلوت، شعب ابی طالب کی تنہائی، اسریٰ بعبدہ کا رمز اور اصغرِ بے شیر کے جامِ قضا، الغرض بے شمار تلمیحات ہیں جن کے سائے سائے چلتے ہوئے لفظ ''محبت'' کی وضاحت کی گئی ہے:

یہی تمّار کی آنکھوں کی بینائی
یہی ہے کوفے کی گلیوں کی سودائی
محبت آپ ہی اپنی تماشائی

نظم کے آخری حصے میں 'محبت' کی حقیقت صرف چند مصرعوں میں سمٹی ہوئی نظر آتی ہے:

وصال اک واہمہ ہے اور

قربت وسوسہ

جاناں!

حقیقت ہجر ہے اور ہجر ہی دائم محبت ہے

بعض حصے خوب صورت تشبیہات اور استعارات سے آراستہ ہیں جن سے نظم کی غنائیت میں اضافہ ہوا ہے مثلاً:

رہِ افلاک میں اُڑتی دھنک کی خوش نما تتلی

رگِ جاں میں اترتی شام کا مخمور لمحہ ہے

سفر میں زیست کے تسکین کی اوڑھی ہوئی چادر

سہولت سے گزرتی ساعتوں کا نرم تکیہ ہے

طویل نظم چوں کہ عجلت پسند نہیں ہوتی بلکہ تفصیل پسندی اور تنقیدی فکر اس کی سرشت میں ہوتی ہے اس لیے طویل نظم زیادہ تر زندگی پر تفکر کی نظر ڈالتی ہے اور اپنے عصر سے جڑے ہوئے اجتماعی مسائل کو سنجیدگی، رجائیت اور ربط و تسلسل کے ساتھ اظہار میں لاتی ہے۔ محبت کیا ہے اور کیا نہیں؟ آپ اسے ایک فرسودہ موضوع قرار دے سکتے ہیں مگر اس کی آفاقیت سے انکار نہیں کر سکتے۔ خالقِ کائنات نے احسنِ تقویم کی تخلیق کے ساتھ محبت جیسا اعلیٰ و ارفع جذبہ بھی تخلیق کیا مگر انسان کے مادہ پرست ذہن نے اس کی نئی نئی تعبیریں تراشیں اور محبت جیسے جذبے کو منافقت، سطحیت، نفرت، سیاست، معیشت، تجارت، دہشت گردی، خود غرضی، تصنع، بناوٹ اور مفاد پرستی کی گرد سے آلودہ کر دیا لہٰذا ایسی شفاف محبت کا حصول ہمارے عہد کا مسئلہ تو ہے جو ہمارے دلوں کو حسنِ فطرت کا رمز آشنا بنائے۔ شیراز زیدی کی اس نظم میں عشقِ حقیقی، تصوف اور روحانیت کے عناصر ہمیں یہ پیغام دیتے ہیں کہ یہ رمز آشنائی اسی وقت ہمارا مقدر ہو سکتی ہے جب ہم محبت اور ہجر کے دائمی رشتے کو سمجھیں اور

قربت کی بے ثباتی اور ہجر کی دوامیت کے احساس کے ساتھ اس کرب سے اپنا رشتہ استوار کریں جو زندگی کی بے کرانیوں سے ہمیں آگاہ کر کے جسم و روح کی یکجائی کے تصور سے ہم کنار کرتا ہے۔

طویل نظمیں مختلف انداز میں لکھی گئی ہیں لیکن بنیادی طور پر اس میں دو متضاد رنگ نظر آتے ہیں۔ ایک طرف تو وہ طویل نظمیں ہیں جو اپنے عصر میں پھیلے ہوئے مختلف موضوعات کو ایک لڑی میں پروتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ ایسی نظموں کو مختلف حصوں، ٹکڑوں، ابواب یا کینٹوز میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایسی نظموں میں ہر اکائی اپنی جگہ بامعنی بھی ہوتی ہے اور نظم کے اجتماعی پیکر سے مل کر نئی معنویت کی تشکیل بھی کرتی ہے۔ دوسری قسم کی طویل نظمیں وہ ہیں جو تسلسل اور ربط کے ساتھ ایک ہی موضوع کو پھیلاتی چلی جاتی ہیں۔ ''محبت ہجر ہے'' کا شمار دوسری قسم میں ہوتا ہے جس میں محبت کے موضوع کو زندگی کے دیگر تعاملات کے تناظر میں دیکھتے ہوئے وسعت آشنا کیا گیا ہے اور آخر میں پھر اسی سوال میں سمیٹ دیا گیا ہے کہ محبت کیا ہے؟ اگرچہ کہیں کہیں غیر ضروری پھیلاؤ اور اضافی مصرعوں کی وجہ سے نظم کا تاثر کمزور بھی ہوا ہے تاہم بحیثیت مجموعی اس حوالے سے یہ ایک کامیاب کوشش ہے۔

بحرِ ہزج میں مفاعیلن مفاعیلن کی تکرار کرتی ہوئی یہ نظم بنیادی طور پر دو روایتی کرداروں کے گرد گھومتی ہے۔ ایک کردار تو واحد متکلم کا ہے جو اپنی محبوب ہستی سے مکالمہ کر رہا ہے اور دوسرا کردار اسی محبوب ہستی کا انفعالی کردار ہے جو نظم میں بظاہر موجود ہوتے ہوئے بھی واحد غائب کے طور پر موجود ہے اس طرح یہ نظم ایک مخاطبے اور مکالماتی بیانیے کی شکل اختیار کر گئی ہے البتہ اس حقیقت سے انکار نہیں کہ انسان اپنے تہذیبی و تاریخی ارتقا کے سفر میں جن مراحل سے گزرا ہے اُن سے وابستہ بیشتر شخصیات کا ذکر بھی اس نظم میں موجود ہے اس طرح اس نظم کے ذیلی کردار نہ ہوتے ہوئے بھی یہ کردار غیر محسوس طریقے سے نظم میں داخل ہو گئے ہیں۔

''محبت ہجر ہے'' کے ہیئتی تنوع پر بھی بات ہو سکتی ہے۔ ہیئت محض عروض، ارکان اور

بندوں کی ترتیب کا ہی نام نہیں بلکہ اس میں اسلوب، تیکنیک، اور شعری زبان جیسے عناصر بھی شامل ہیں گویا خارجی اور داخلی پہلوؤں سے مل کر ہی کوئی احساس شعری تجربے میں ڈھلتا ہے۔ ڈاکٹر عنوان چشتی کا خیال ہے کہ ''شعری زبان، تیکنیک اسلوب اور ہیئت کی ہر تبدیلی شعری تجربے سے وابستہ ہوتی ہے۔'' اس سے قبل بھی آزاد اور پابند نظم کے امتزاج کے ساتھ طویل نظمیں لکھی جاتی رہی ہیں۔ مذکورہ نظم بھی ایک ایسا ہی شعری تجربہ ہے جس میں آزاد اور پابند نظم کے امتزاج کے ساتھ بندوں اور قوافی کی ترتیب میں بھی تنوع پایا جاتا ہے۔ مختصر مصرعوں کے علاوہ طویل ترین مصرعوں کے تجربے بھی ہیں۔ زبان کا استعمال بھی مختلف حصوں کی ضرورت کے تحت کیا گیا ہے۔

کہیں برہنہ گفتاری ہے، کہیں جدید زندگی کے علائم کا ذکر کرتے ہوئے انگریزی کی آمیزش ہے، ہندی، عربی اور فارسی الفاظ کا استعمال بھی مضمون کی مناسبت سے کیا گیا ہے، کہیں سادہ رومانی اسلوب ہے اور کہیں بھرپور شعری جمالیات کے ساتھ استعاراتی اظہار۔ الغرض طویل نظموں کی فہرست میں یہ نظم ایک خوش آئند اضافہ ہے جس کے لیے شیراز زیدی مبارک باد کے مستحق ہیں۔

ڈاکٹر رخسانہ صبا

تمہیں بس یہ بتانا ہے
میں تم کو دیکھتا ہوں تو
نہ جانے کیوں؟
مرے دل کے اُمڈتے ناز پرور دشتِ حیرت میں
زوالِ عمر کے فرشِ عزا پہ برسوں سے بیٹھا کوئی مجنوں
جو پابندِ سلاسل ہے
بڑی مدّت ہوئی خاموش گم سُم ہے
اب اپنی آتشیں زنجیروں کے حلقے
اذیّت ناک حلقے سے
رہائی پا کے پھر سے عشق کے کوے ملامت میں
صدائے درد کی خواہش سے کچھ ایسے مچلتا ہے
کہ اب تم سے کہے بن کوئی چارہ ہی نہیں جاناں
مجھے تم سے محبت ہے
مگر جاناں۔۔۔

Scanned with CamScanner

تمہیں یہ بھی بتانا ہے
''محبت'' اس قدر آساں نہیں کہ صرف اک اظہار سے
اقرار سے تکمیل ہو جائے
محبت رائیگانی ہے
خود اپنی ذات سے بے گانگی ہے
بے خودی میں اک خودی کی بے کرانی ہے
یہ اک کربِ مسلسل ہے
جو جسم و جاں میں ایسے دوڑتا ہے جیسے آوارہ شبوں میں
نیند سے بوجھل نگاہوں میں
بھٹکتے خواب دن کی روشنی میں سہمے رہتے ہیں
کہ جیسے درد کا نشہ
بہت آہستہ آہستہ
سکوں پہ چھانے لگتا ہے
کہ جیسے زندگی کے راستے حیراں مسافر کو
کسی انجان منزل کی بشارت دے کے اپنے آپ کو

اس طرح سے مسدود کر لیتے ہیں
کہ بس آبلہ پائی
مسلسل آبلہ پائی
بہ غیر از پیش قدمی آبلہ پائی
مسافت ہی مسافت اور مسافت ہی مسافت اور۔۔۔۔
وہی اک رائیگانی

Scanned with CamScanner

مگر جاناں!

محبت کی وضاحت ہو نہیں سکتی

محبت کیوں ہے کس سے ہے

کسی کی روح سے یا جسم سے ہے کچھ بھی اندازہ نہیں ہوتا

کسی کی سوچ سے ہے یا نظریے سے

کسی کی آنکھوں سے ہے یا لب ور خسار سے ہے

کچھ بتایا ہی نہیں جاتا

کسی کے لفظوں سے یا لہجے سے ہے کچھ بھی سمجھایا نہیں جاتا

مگر جاناں!

محبت رحم کا صدقہ نہیں ہوتی

جسے بیمار کی جھولی میں ڈالا اور ذرا سی دیر کو تسکین پالی

محبت ہاسپٹل کے وارڈ میں رکھے ہوئے بیڈ سے نہیں اگتی

نہ ہی یہ ایکس رے میں یا کسی ای سی جی میں اظہار پاتی ہے

یہ بیماری نہیں ہے جس کا کوئی ٹیسٹ کروالیں

محبت گر دوا ہوتی تو اس کو سارے ہی بیمار کھا لیتے

اگر یہ ہارٹ کی اک سرجری ہوتی تو پھر امراضِ دل کے شعبے میں ہوتی
یہ اک احساس ہوتی تو سبھی محسوس کر لیتے
محبت لوگوں کی حساسیت ہوتی
کبھی بیدار ہو جاتی، کبھی دم توڑ دیتی اور کبھی پامال ہو جاتی
محبت راستے سے اک سگِ مجروح کو گاڑی میں ڈھو کر
ہاسپٹل پہنچانے کا احسان ہوتی تو
یقیناً یہ کسی ڈاگ ہاؤس کے گوشے میں بیٹھی کتوں کی رکھوالیاں کرتی
اگر یہ راہ چلتی لنگڑی لولی بکری پہ اک رحم کا احساس ہوتی تو
کوئی بھی اپنی گاڑی روک کے چرواہے کو دو چار پیسے
اس نیت سے دے ہی سکتا تھا
کہ اس لاچار کو گاڑی میں بک کروا کے لے جائے
اگر یہ لنگڑی لولی بکری ہوتی تو
یہی چرواہا اک منڈی میں جاتا اور اس کے دام لگواتا
محبت صرف دو لفظوں کی وہ رسی نہیں ہے جس کو اک حیوان
اپنے عالمِ وحشت میں اک جھٹکے سے یوں توڑے
کہ اس کے بخیے ہنستی گنگناتی وادی کے منہ پر بکھر جائیں
یہ میرج ہال میں پروان چڑھنے والی ایسی اک عروسی شب نہیں ہے
جس کو ہم ڈائیوورس دے کے نُور میں بدلیں
محبت نوکری کا وہ ٹشو پیپر نہیں ہے

جس سے کوئی ناشتے کی میز پر رشتوں کا سالن

انگلیوں سے پونچھ کے اپنے ہی گھر کی ڈیوڑھی میں رکھے ہوئے

کچرے کے ڈبے میں ادا و ناز سے پھینکے

محبت ایک پل میں فون پر سارے تعلق توڑ دینے کی اجازت تو طلب کر ہی

نہیں سکتی

مجھے تم سے محبت ہے مگر جاناں!

محبت بے وضاحت ہے

تمہیں یہ بھی بتانا ہے
محبت شک نہیں ہوتی
یہ وہم و ظن نہیں ہوتی
کہ جیسے تیرگی میں خوف کے سائے
کسی نادیدہ وحشت کی خلش سے ڈولتے رہتے ہوں

یا
آسیب اپنی پائلوں سے خامشی کی شہ رگوں کو کاٹتے جائیں
محبت بدگمانی کے مہیب و بے اماں جنگل میں
اک بھٹکا ہوا پنچھی نہیں ہے جو
کسی نفرت گزیدہ پیڑ کی شاخِ برہنہ پر پروں میں چونچ ڈالے

یاسیت کی نیند سوتا ہو
محبت واہمے یا بے یقینی کا کوئی حیرت زدہ لمحہ نہیں ہے جو
اچانک گردشِ ایام کے جھرنے سے چھینٹے کی طرح اُڑتا ہوا
کالر پہ گر کے سوکھ جائے

یا

کسی ناداں ہوائے بے نیازی کی، فنا آمادگی کی بھینٹ چڑھ جائے

محبت کوئی ناکامی نہیں ہے

جس پہ پچھتاوا ہو یا شرمندگی محسوس ہوتی ہو

کہ کوئی ہارنے والا

شکستِ آرزو کی بے کلی سے خودکشی کر لے

یا اپنے اضطرابِ ہجر کی عجلت پسندی سے کبھی مغلوب ہو جائے

اور اپنے روز و شب کی خلوتوں میں منہ چھپا کے

حوصلوں کی سلطنتِ بے کراں سے دور ہو جائے

اور اک کم زور دل مشہور ہو جائے

محبت پیرہنِ نظم میں واسوخت سی اک شے نہیں ہوتی

جو اک دشنام میں محبوس ہو جائے

کہ بس شکوے شکایت، بے وفائی کے کسیلے حرف و لفظ و صوت کے مکروہ راگوں سے

شکیب و صبر کا پیراہنِ تن چاک ہو جائے

ردائے لیلیٰ و شیریں

قبائے غیرتِ فرہاد و مجنوں کا رگ و ریشہ بکھر جائے

یا اپنی ذات میں کچھ اس طرح محدود ہو جائے

کہ جوں اک قطرۂ آب اپنی ہی عزلت نشینی کے سبب

عمرِ رواں کی وسعتوں

لاانتہا سمتوں کے دھاروں سے نکل کر

ساحلوں کی گرم چادر میں کہیں رُوپوش ہو جائے
محبت کوئی کم ظرفی نہیں ہے جو
حسد، کینہ، رقابت، رشک جیسے
ناروا، نامعتبر جذبات کے سڑتے ہوئے جوہڑ کے اندر
رینگتے منحوس کیڑوں کی طرح پروان چڑھتی ہو
عداوت کے
کدورت کے
سدا ویران کھنڈروں کے، درودیوار پہ صدیوں کی جمتی کائی کی ریخوں میں
اپنی ذات کا اظہار کرتی ہو
محبت وہ نہیں ہے جو
سوائے اپنے ساری دنیا سے صرفِ نظر کر کے
زمانے کے دکھوں سے، حادثوں سے اور رشتے ناطوں کی بے مہریوں،
بے دردیوں کے جھگڑوں سے، پہلو تہی کر کے
کسی ترکِ تعلق کے کٹہرے میں کھڑے مغرور مجرم کی طرح معتوب ہوتی ہو
باالفاظِ دگر پیمانۂ دل یاس کی تلچھٹ ہی سے مخصوص ہو جائے
کہ جس میں جُرعۂ آبِ شرابِ نابِ احساسِ مرّوت کے لیے
اتنی بھی گنجائش نہ ہو جس سے
کسی بے آسرا کو تھوڑی سی تسکین مل جائے
محبت یہ نہیں کہتی

Scanned with CamScanner

کہ اپنی روح کے زرتار دروازوں کو اوروں کے لیے اس طرح سے مسدود کر ڈالو
کہ جو دستِ وفا دستک گزاری کے لیے اُٹھے
اسے عبرت بنانے کے لیے کٹوا کے اپنی جیب میں رکھ لو
کہ پھر کوئی
تمہیں اپنا بنانے کا
تمہارے درد و رنج و غم بٹانے کا تصور تو کُجا
اس سمت رُخ کر کے تبرا بھی نہ کرنے کی قسم کھالے
کہ جس جانب تمہارا سایہ بھی ہونے کا خدشہ ہو
محبت یہ نہیں کرتی کہ اپنے سائباں سے دھوپ بانٹے
اور اگر کوئی ذرا سی دیر کو تھک کے
زمانے کے شب و روزِ مسلسل کی نگاہِ تیز سے بچ کے
کبھی سُستانا چاہے تو
اس آشفتہ بدن کے موم کو اپنے تغافل کی لپکتی آنچ سے پگھلا کے خاکستر بنا ڈالے

محبت کا شجر مسموم بیجوں سے نہیں اُگتا
کہ اس کی شاخیں بارانِ ملامت میں پھلی پھولی ہوں اوران پر
جفا کا بُور آیا ہو
نہ اس کے برگ و بر ہی مسترد ہونے کی کڑواہٹ سے اتنے تلخ ہوتے ہیں
کہ جو احساس بھی چھولے اسے متلی بنا ڈالیں
نہ اس کے پھولوں کی رنگت
کسی مایوس، محزوں، بدنما، ویران چہرے کی
اڑی رنگت سے کوئی میل کھاتی ہے
محبت سگرٹوں کے ناروا مرغولوں میں اڑتا ہوا نشہ نہیں ہے جو
پریشاں بالوں اور میلے کچیلے کپڑوں میں گھُٹ کر
خود اپنی ذات کی تضحیک بنتا ہو
نہ ہی یہ پیلی، نیلی گاڑیوں کی گرد سے اڑتا ہوا کوئی تکبُّر ہے
یہ فائیو اسٹار ہوٹل کی چمکتی میز پر اک گرم کافی کی پیالی کی طرح
آہستہ آہستہ
کسی مغرور چہرے کے لب و رخسار کی بڑھتی ہوئی حِدّت نہیں ہے جو

سڑک پہ سردیوں میں بے لباسی اوڑھ کے پھرتی ہوئی محرومیوں کی

برملا تحقیر کرتی ہو

محبت صاحبانِ دولت و ثروت کے بچوں کا

ادا و ناز سے ساحل کی گیلی ریت پہ پھینکا ہوا

بسکٹ کا خالی ڈبہ

یا

اک چپس کی تھیلی میں ہنستی، منہ چڑاتی

بے حسی کے کچرے کی کنڈی نہیں ہے جس پہ موجیں تھُوک کے واپس پلٹ جائیں

Scanned with CamScanner

محبت مارکس کی ہیگل زدہ جدلیاتی مادیت کی

تھیوری کی گردِ کہن سے بھی قبائے دل کو آلودہ نہیں کرتی

کہ جس میں اینٹی تھیسس صرف تفسیرِ شکم کی جلد بن جائے

یہ کوئی پیٹ میں تحلیل ہوتے دانۂ گندم سے اٹھتی

اک عفونت بھی نہیں ہے جو

مشامِ جاں میں اترے تو

مہکتی روح کے خوش بُو سرا کو

گلستانِ بے بہا کو، فضلے کی ڈھیری بنا ڈالے

جہاں پہ مادیت کے چیل،

کوّے

گدھ

قبیلہ در قبیلہ آ کے یوں بسرام کرتے ہوں

کہ جوں شمشان میں وہ بورژوا گُم آتمائیں

جن کو غدّاری کے تمغے دے کے دفنایا گیا ہو،

اپنے ہی ڈھانچوں سے اپنی اشتہائے دولت و منصب مٹاتی ہیں

Scanned with CamScanner

محبت ایسی کمیونسٹ لیڈی بھی نہیں ہے جو
معیشت کی رسومِ کہنہ پر اک بے محابا اور کھلی تنقید اور تردید کرنے کی بجائے
صرف اُس اِلحاد کی ترغیب دیتی ہو
کہ جو ذہنوں پہ پنجے گاڑتا ہے تو
خدا ہی کی نفی پر بس نہیں کرتا
یہ ہر اس چیز سے انکار کرتا ہے جو عقلِ نارسا کی دسترس سے دور ہوتی ہے
اور اتنا تو تمھیں بھی خیر سے معلوم ہی ہوگا
محبت غیر مادی ہے

Scanned with CamScanner

محبت کارخانوں کی سیہ رُو چمنیوں کے مونھوں سے اٹھتا ہوا
اک دُودِ بے اجرت نہیں ہے جو
ہنر مندوں کے دولت آفریں ہاتھوں میں پڑتے، آبلوں کی آگ، کی لپٹوں سے نکلا ہو
نہ یہ سرمایہ داری ہے
کہ اس میں آج اک روپیہ لگادو گے تو کل گنجِ گراں مایہ
تمہارے ہاتھ آئے گا
محبت اپنی ہیئت میں زیان و سُود سے آگے کی اک شے ہے
یہ بنکوں میں پڑے سرمائے کی مانند اپنے سُود کے راتب سے
اُن سرمایہ داروں کے لیے وجہِ تنومندی نہیں بنتی
جو استحصالی فطرت کے سبب خلق خدا کو خوشیوں سے محروم کرتے ہیں
محبت کربلا میں پانی پہ قبضہ نہیں کرتی

تمھیں یہ بھی بتانا ہے

کہ یہ سگمنڈ فرائیڈ کی بھٹکتی بے محابا جنسیت کے بے نتیجہ فلسفے کی بھی

کھلی تکذیب کرتی ہے

کہ جس نے بس برہنہ جسموں کے اعضائے مخصوصہ سے

بہتی شہوتوں کو زیست کا مضمون ٹھہرایا

محبت عارضی صحبت نہیں ہے

جو

کسی بازار میں بیٹھی

حسیں دوشیزہ کی اُمڈی ہوئی سرکش

گلابی چھاتیوں سے جھانکتی ہو

اور

خمارِ جراُتِ عصیاں سے بہکے، ڈولتے سایوں سے اپنے دام لگوائے

محبت میں بدن کی بے لباسی اس قدر ارزاں نہیں ہوتی

کہ ہر اک بوالہوس کچھ دام دے کے

یا

Scanned with CamScanner

فریبِ لذتِ انجام دے کے، اپنے شہوانی عزائم کی
ذرا سی دیر کو ایسی ہی اک تسکین کر لے جیسی اپنی روزمرّہ زندگی میں کچھ
کریہ الصّوت اور بے خانماں، بھٹکے ہوئے حیواں
سرِ رہ کر کے جاتے ہیں
محبت اپنی وضع میں
کسی افرنگی تہذیب وثقافت کے
چمکتے قمقموں میں ناچتے، مدہوش جسموں کے
نشیبوں سے پسینے کی اٹھتی اک شراب آلود بُو سے ماوراشے ہے

محبت نطشے کے اس مردِ آہن کی طرح قاہر نہیں ہوتی
کہ جس کو ارتدادِ دین و مذہب کے
سیالِ سرگرانی نے کچھ ایسا ظالم و سفاک و بے بہرہ بنایا ہو
کہ جو رحم و ترحم کی
ہر اک زنجیرِ پا کو توڑ کے اخلاق کی سرحد سے اتنی دور جا بیٹھے
جہاں لالچ، ہوس، شہرت، مناصب، سلطنت، سطوت کے
سرکنڈوں کے خودرو، خودنما پودوں کے خارِ صحبتِ بد سے
ہزاروں سڑتے زخموں پہ
زمانے بھر کو اپنی خواہشوں کی ریل کے پہیوں سے یکسر روند دینے کی
بھنکتی مکھیاں سر جوڑے بیٹھی ہوں
نہ یہ کوئی تلاطم خیز موجوں کی
رگوں میں دوڑتے بدکار پتھر کی
فساد انگیز طینت ہے
کہ جو تاریخ کے اہرام میں عبرت بنے فرعونوں کی
ممیاں کریدے اور پھر سیزر کے نطفے میں

مسولینی سا کوئی فاشزم بھر دے
یا ہٹلر کے کسی بے ہودہ نازی ازم کی صورت
بڑا طوفان بن کے نکلے اور جوہڑ میں جا کے خودکشی کر لے
محبت لالچ و حرص و ہوس سے پاک ہوتی ہے
محبت مطلب برآری نہیں ہے

جو
کسی مردود کی دہلیز پہ گھٹنے جھکائے اپنی مکّاری کے فن سے زیست کی ناداری پہ
آنسو بہانے کے لیے
مانگے کے دکھ لے کر
المیہ ناٹکوں کا مرکزی کردار بن کر ایسے ہٹ دھرمی سے بیٹھی بین کرتی ہو
کہ جیسے رات کے منحوس سناٹوں کو گیدڑ اپنی بدخصلت صدا سے اور بھی منحوس کرتے ہیں

Scanned with CamScanner

محبت فکر میں بہتے وجودی نوحے سے اک ماورا شے ہے
محبت ''سارتر'' اور ''کافکا'' کے تھور سے بنجر فرانسیسی زمینوں میں
رِجا کے خواب بوتی ہے، نہ اپنے ہونے کے احساس سے،
بے چین ہو کر اضطرابِ مرگ کا افسانہ بنتی ہے
نہ یہ ''تجریدیت'' اور ''رمزیت'' کی طرح سے اپنی روایت کا کوئی
بے ساختہ ردِّ عمل ہے
جو بجائے خود بہت مذموم ہے اور بے اثر ہے
محبت ذہن کے چند لاشعوری پردوں میں ماضی کی یادوں پر
جمے زخموں کی پپڑی بھی نہیں ہے جو
علامت در علامت جھڑ کے اپنے پیکرِ معنی میں خود ابہام بھرتی ہو
یہ جملوں میں چھپی اک استعارہ ساز قوت بھی نہیں ہے جو
حقیقت کو ہزاروں پردوں میں ملفوف کرتی ہو
محبت میراجی کی نظموں کی مانند اک الجھی ہوئی گتھی نہیں ہے جس کو سلجھاتے ہوئے
صدیاں گزر جائیں
محبت کوئی تنقیدی دبستاں بھی نہیں جس کو کریدیں تو

بزعم خود جہاں کے اعلا دانش ور
کسی ''ٹی ہاؤس'' کے گوشے میں بیٹھے تبصرہ کرتے ہوئے ایسے لگیں جیسے
کہیں ویران کھنڈروں کے کسی مسمار گوشے میں
زمانے سے خفا اُلّو ''ارسطو'' کی مثالی دنیا کے سانچے میں ڈھل کے اپنے
بوطیقا خیالوں کی
نحس بوچھار کرتے ہوں
محبت کوئی فن پارہ نہیں جو ناقدوں کے جہل کی مٹی میں مل کے خاک ہو جائے
نہ یہ ایسا کوئی ادبی رسالہ ہے
کہ جس کو کھول کر دیکھیں
تو اس میں انجمن اور حلقوں کی بنیاد پر متروک تحریریں
جدیدیّت کا اک شہکار کہہ کر یوں
بصد تقریظ چھاپی جائیں کہ جیسے
علاوہ ان کے جو تخلیق بھی ہو گی
ادب کے دائرے میں اک نئی تخریب ہی ہو گی
محبت کا تخیّل ایسی پیشہ ور رقابت کے حمل سے عمر بھر بوجھل نہیں ہوتا

محبت فائلیں بغلوں میں بھر کے دفتروں میں افسروں کے آگے پیچھے بھی نہیں پھرتی
کہ تھوڑی سے خوشامد کر کے اپنا کام بنوالے
محبت وہ حکومت ہے جو سرکاری نہیں ہوتی
محبت قصرِ شاہی کی تماشہ گاہوں میں گاتی،
تھرکتی، ناچتی لونڈی نہیں جس کو سریرآرا
شبستانِ رعونت میں کبھی بھی شب گزاری کے لیے یکدم طلب کر لے
اوراس کے بے کس ولاغر بدن کی دھجیاں اپنے شکوہ وناز کے غماز بستر پر بچھی
کم خواب کی چادر کی شکنوں پر اڑادے یا کسی دیوار میں چنوا کے،
اپنی سطوتِ شاہی سے آنے والی صدیوں کے لیے تاریخ لکھوادے
یہ اک ایسی وراثت ہے جو درباری نہیں ہوتی
محبت جبر اور اِکراہ کا قصہ نہیں جس کو
کوئی سفّاک، ظالم جن، محل میں چودھویں شب میں
لباسِ خواب میں سوتی ہوئی اک خوب صورت شاہ زادی کو
زبردستی اٹھا کر اپنے زندانی قلم کی رُوسیاہی سے
رقم کر دے

Scanned with CamScanner

یہ "مس حیدر" کے ناول کی

شعوری رو میں بل کھاتی وہ ہیروئن نہیں ہے

جو

جہاں کی کور چشمی سے خفا، اپنے فرنگی طرز کے آرائشی دل کش

کشادہ کمرے میں آرام سے لیٹی ہوئی،

غربت کے مارے جھونپڑوں میں رہنے والے،

بھوکے ننگے لوگوں کی بے چارگی پر کُڑھتی ہو اور شام کو از راہِ یک جہتی

کسی لمبی سی گاڑی میں کوئی انگریزی دھن سنتی ہوئی اک تمکنت سے "شانتی نکیتین میں جائے"

اور

اپنی اس ذرا سی دیر کی جھوٹی، منافق اشتراکیت سے فیشن کے مطابق

ماڈرن کمیونسٹ لیڈی کے رجسٹر میں

سرِ فہرست اپنا نام لکھوا کے

تھکن سے چور گھر لوٹے اور اپنے جسم کے مرمر کو خاص انداز سے ریشم کے اس

پرخواب بستر کی شفیق آغوش میں رکھ دے

کہ جس پر لیٹ کر اس کے

دلِ نازک تخیّل میں

سڑک پہ، گھاس پہ، کانٹوں پہ سونے والے دہقانوں، کسانوں اور مزدوروں

کی دکھ اور کرب سے ٹوٹی ہوئی نیندوں کا اک احساس جاگا تھا

محبت "شاید"، "یعنی"، "لیکن" سے تشکّک خیز لفظوں میں نہیں ہوتی

یہ وہم وظن پہ مبنی ایسا اک دیواں نہیں ہے جو سراسر بدگمانی اور حیرت کے
سرابوں میں بھٹکتے عالمِ مجذوب دل کی راہبانی زندگی اور مذہبی بداعتقادی کا کوئی
مدقوق یا مخبوط ذہنی استعارہ ہو
جسے پڑھ کر سوائے ''الوَداع'' کچھ ہاتھ نہ آئے
محبت ''ایلیا'' کی ''کلبیت'' سے آگے کی شے ہے
نہ یہ راشدؔ کی ایسی نظم ہے جس میں کہ ''سالا مانکا'' کی بیوی کو
ساری رات بستر پر برہنہ دیکھنے کا اعتراف جرم ہو لیکن
بدن کی تشنگی مٹنے بجائے اتنی بڑھ جائے
کہ بس اک ''لا'' اور ''انساں'' کے مساوی ہونے کا احساس
خود اپنی چِتا کی آگ میں جل کر
پرائے دیس کے شمشان کی ویرانیوں کی راکھ ہو جائے
نہ ہی یہ سوداؔ و انشاؔ کی ایسی ہجو ہے جس میں
چمکتے، اُجلے پاجاموں پہ لعنت بھیجتی بدکار راتوں کی سیاہی کو
سرِ رہ بیٹھ کر نیلام کر دینے کی اک مذموم کوشش ہو
نہ ہی یہ بادشاہوں کی مدح میں ذوقؔ کا لکھا ہوا ایسا قصیدہ ہے
کہ جس میں کِذب کے دفتر کے دفتر،
(ملنے والے) بے بہا انعام کی خواہش سے پُر امید لفظوں اور تراکیبِ مقرّس میں
برائے فن مہیا ہوں
یہ سرکاری ادیبوں، شاعروں اور ناقدوں کی دسترس سے دور ہوتی ہے

نہ ہی یہ کوئی "سیفو" ہے

جسے عورت کا درماں صرف ہم جنسی کی صورت میں نظر آئے

اور اپنی احمقانہ سوچ کی ترویج کی خاطر

کسی "لیسبوس" میں اک مکتبۂ فکر کھلوائے کہ "عصمت" کا "لحاف" اترے تو

جز تنگیٔ ہزیمت زیست کوئی عذر نہ پائے

یہ کوئی اکتسابی اور نصابی شے نہیں ہوتی

نہ یہ "سیموں دی بوا" جیسی کوئی داشتہ ہے جو کہ اپنے نفسیاتی بے بصیرت فلسفے سے

باحیا عورت کو اس احساسِ کمتر میں ہمیشہ مبتلا رکھے

کہ مردوں کے مقابل اس کی جائے خاص میں مفعولیت کیوں ہے؟

تمھیں یہ بھی بتانا ہے
محبت کی کوئی سرحد نہیں ہوتی
یہ ہندوستان، پاکستان یا کشمیر کی تقسیم در تقسیم کا قضیہ نہیں ہے
جو
حقائق مسخ کر کے صفحہ در صفحہ
تعصب اوڑھ کے تاریخ کے چرنوں میں بیٹھا ہو
نہ ہی یہ ''مائنٹ بیٹن'' کا قلم ہے جو اچانک بھالا بن کے مشرقی پنجاب کے
سینے میں گڑ جائے
محبت کی حکومت کو کسی قائد کے چودہ نکتوں کی حاجت نہیں ہوتی
یہ گاندھی کا ''اہنسا'' بھی نہیں جس کے رحم و بطن سے ''شدھی'' کی
اور ''سنگھٹن'' کی بھٹکی آتمائیں جنم لے کر
نرکھ کی تجسیم ہو جائیں
نہ ہی یہ نہرو کے اس کانگریسی ذہن کے چالاک سیکولر ارادوں کی
کوئی پرچھائیں ہے جو شودروں سے بچ کے چلتی ہو
محبت ذات اور صوبائیت کے بت فروشوں کی دکانوں میں نہیں ملتی

محبت صنعت و حرفت کی ایسی انقلابی رو نہیں ہے
جس میں انسانوں کے احساسات اور جذبات دیوہیکل مشینوں کے بہاؤ میں
خس و خاشاک کی مانند اڑتے ہوں
اور آخر کار جنگِ زرگری کی زد میں آ کر اس طرح معدوم ہو جائیں
کہ جیسے ''نیل کے ساحل سے لے کر تابہ خاکِ کاشغر'' دشتِ حرم کی پاسبانی کی تمنا ہو
نہ اس کی سرزمیں افرنگی نو آبادیت کا شاخسانہ ہے
جہاں مغلوب اور مقہور نوابین اپنی قومی غیرت کو
فرنگی کوڑیوں میں بیچ کے اعزاز پاتے ہوں
یہ کوئی برسوں کی محرومیوں سے ذہن میں پکتا ہوا لاوا نہیں ہے جو
کسی ''میرٹھ'' کی فوجی چھاؤنی میں
چربی کی گولی نگل کے پھٹ پڑے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ آگ بھڑکے جو
قلعے میں مضطرب ''ظلِ الٰہی'' کی اسیری اور جلا وطنی سے بھی بجھنے نہ پائے
حتا کہ ''ڈائر'' کی بندوقوں سے ''جلیاں والہ'' میں بارود کا طوفاں
سپہرِ نیل گوں پہ خاک مل جائے
نہ یہ جوہر کی تحریکِ خلافت جیسا اک کمزور نابینا جواں ہے جس کو چلنے کے لیے
گاندھی کی لاٹھی کی ضرورت ہو
وہ لاٹھی جو اچانک ''چوراچوری'' کے مقامِ آزمائش میں دغا دے دے
محبت ''ریشمی رومال'' پہ لکھا ہوا نعرہ نہیں ہوتی
محبت آمریت سے لرزتے برسوں پہ تاریخ کا ماتم نہیں جس کے لہو کے چھینٹوں سے

اوراقِ روز و شب میں ان مٹ داغ پڑ جائیں

یہ اک تیرہ ضیائے ناحق و نا مومن و مردود کی مانند

اپنے مغربی آقاؤں کے زانی ارادوں کے فساد انگیز اور بارود سے آمیختہ نطفے سے

اپنے کوہساروں کی زمیں میں تخم ریزی کا وسیلہ بھی نہیں بنتی

محبت وہ نہیں ہے جو خلا میں پھٹ کے چولستان کے ان ریگ زاروں میں بکھر جائے

کہ جن کی کہ آگ سے ''ھل من مزیدہ'' کی صدائے تشنگی شش جہت پھیلی ہو

محبت ''چانکیہ'' کی فکر کے پیشاب میں لتھڑی سیاست کی نجاست بھی نہیں ہے جو

خبیث ارحام میں ٹپکے

اسے بازی پلٹنے کے لیے قرآن نیزوں پر اٹھانا بھی نہیں آتا

Scanned with CamScanner

محبت جنگلوں میں سادھوؤں کی طرح فاقہ مست
ننگے جسم
تپتی ریت پہ رکھ کے
کسی نروان کی پُر آبلہ کاذب ریاضت کا نتیجہ بھی نہیں ہے جو
''سدھارت'' کی گیانی آتما کو
''گیتا'' و ''رامائن'' کی خودساختہ تعبیروں سے،
بے زار کر کے مندروں کی سیڑھیوں سے دور لے جائے
جہاں ''پالی'' کی ایسی حکمرانی ہو کہ اس اشلوک اور منتر کی دیوبانی زباں (سنسکرت) کا
اک شبد بھی
اڑتا ہوا گوشِ سماعت سے نہ ٹکرائے
کہ جو اشنان لے کے گنگا کی تیرتھ سے آیا نہو
محبت ایسی دیوبانی زباں کے ظالم وسفاک شبدوں میں نہیں ہوتی
کہ جن کو سننے کی پاداش میں شودر کے کانوں میں
پگھلتا سیسہ ڈلوا کر سماعت چھین لی جائے
نہ یہ زُنار بندو بے قبا ہو کر

بھبوت اپنے بدن پر یوں رماتی ہے

کہ جوں کوئی بھگت سنسار کو تیاگے ہوئے بن واس لیتا ہے

یا کوئی راجہ اپنی راجدھانی کچھ دنوں کو دان کرتا ہے

محبت رام جی کی طرح بَن واسی نہیں ہوتی

کہ اپنی سیتا کو ''لنکا'' کے آتنک واد جنگل میں

اکیلا چھوڑ کے چل دے

جہاں راون کا دھڑ کا ہو

نہ یہ زردشت کی وہ ''ژند'' یا ''پاژند'' ہے جس میں

اہرمن کا تصور دوئی کی بنیاد بنتا ہو

محبت اک مقدس آگ کا دہکا الاؤ بھی نہیں ہے جو

فریبِ نور بن کے مغ بچے کو راکھ کر ڈالے

نہ ہی یہ سامری کا بچھڑا ہے جو انبیا کی قاتل ایسی قوم کا معبود بن جائے

کہ جس پہ ''سلویٰ و من'' کا نمک بھی بے اثر ٹھہرے

یہ صیہونی نہیں ہے جو ''غزہ'' کی ریت پر انسانیت کے خون سے دریا بہا دے

اور

یہ کیتھولک کلیسا کی مقدس رنڈیوں کی داستانِ غم نہیں جس کو

کسی ''تائیس'' کے کردار سے لکھا گیا ہو

نہ یہ اس پادری کی بے ضمیری کا بیاں ہے جس نے اپنے دین کو سرمایہ داروں کی

دلالی کے لیے مخصوص کر کے چرچ کی بے حرمتی کی ہو

یہ لوتھر کی مزاحمت کی اس تحریک کا جز بننے سے بھی ہچکچاتی ہے

کہ جس سے عیساؑ کی انجیل کے صفحے بکھر جائیں

محبت ''مسجدِ ضرار'' کا

خشتِ فساد وفتنہ سے تعمیر کردہ اک نجس گنبد نہیں ہے

جو

فجور وفسق کی بنیاد بن جائے

نہ اک محراب جو بے معرفت پیشانیوں کے سجدوں کی مٹی میں مل کے خاک بن جائے

محبت شام کی مسجد کا وہ ممبر نہیں جس سے علیؑ پر سَب کیا جانا عبادت ہو

یہ وہ اژدر نہیں جو ''نجد'' کے خنزیروں کے درہم کے فضلے سے

جواں ہوکر

عراق وشام کی اس سرزمینِ مہ لقا کی آبروریزی کے درپے ہو

کہ جس کا سر

کسائے روضہ ہائے انبیاؑ واوصیا واولیاؑ نے ڈھانپ رکھا ہو

محبت کی کوئی ایسی عدالت بھی نہیں ہے جو

گلوئے انساں پہ خنجر چلانے کی سزا کے حکم نامے جاری کرتی ہو

Scanned with CamScanner

محبت وہ حسینہ بھی نہیں جس کو
اداو عشوہ و غمزہ کی تیراندازی کے فن میں مہارت ہو
کہ صبح نوکری کرنے کو گھر سے نکلے تو چولی کے بند ایسی ہنرمندی سے کس لے
جس سے دریائے حبابِ نوشابی میں جو طغیانی ہے وہ کچھ اور بڑھ جائے
اور اس کے بعد اس آتش فشاں کو زیرِ آنچل ڈھانپ کر
جیسے کہ اڑتی بدلیوں کے کوہساروں سے لپٹ جانے کا اک جاذب نظر منظر
تبسم برلب و رخسار جب
اپنے متاہل باس کے کمرے میں جائے تو
بچارے بیوی کی چخ چخ سے اکتائے کو اپنے حسن کے جادو سے دیوانہ بنا کر
شام میں ''میکڈونلڈ'' اور ''کے ایف سی'' کے اسپائسی ماحول میں برگر اڑائے
اور ذرا سی دیر بااصرار ''طارق روڈ'' پہ شاپنگ کرے پھر رات کو مخمل کے بستر پر
لباسِ شب میں محوِ استراحت فون پہ اپنے بوائے فرینڈ کو ہنس ہنس کے بتلائے
کہ اس نے بوڑھے کو کس طرح سے احمق بنایا ہے
محبت ایسے اوچھے ہتھکنڈوں سے اوروں کے جذبات سے کھیلا نہیں کرتی
محبت جامعہ کی سیڑھیوں سے جما ایسا پل نہیں ہے جو
کسی نوخیز چنچل طالبہ کی سرمگیں آنکھوں کی شوخی سے ہُما بن کر اڑے
اور جس کے سر پہ بیٹھ جائے اس کو تاج و تختِ ملکِ خواب کا

وہ عارضی مالک بنا دے جو

کبھی بیدار ہو تو اپنی ہستی کو

کتابوں کی طرح ان سیڑھیوں پر بکھرا پائے جن پہ اپنی ہم جماعت کے جلو میں بیٹھ کر

اس کے لیے گھنٹوں نصابی نوٹس لکھے تھے

سمسٹر ختم ہونے پر

محبت اس ہی کوری ڈور سے آنکھیں چرا کے پاس سے گزرا نہیں کرتی

کہ جس پہ آتے جاتے نظریں ملنے سے

مسرت کا عجب سا اک نیا احساس جاگا تھا

یہ کیفے ٹیریا میں بیٹھ کر

گلزار کی نظمیں سنا کے ساتھ جینے مرنے کی وہ ناسمجھ قسمیں نہیں کھاتی

کہ جن کے ٹوٹنے کا ہر گھڑی خود اس کو خدشہ ہو

محبت طالبِ علمی کے بے پرواز مانے میں

سمسٹر دو سمسٹر کی شناسائی نہیں ہوتی

محبت فون نمبر بھی نہیں ہوتی

جسے کوئی بڑی آسانی سے ڈیلیٹ کر دے یا بھلا دے

یا کسی کاغذ کے پرزے پر لکھے اور ڈسٹ بن میں ڈال دے

یا یوں ہی گم کر دے

محبت کوئی موبائل نہیں ہے جو کہیں کھو جائے یا کوئی چرا لے تو اسے ہم یوز use میں لے لیں

محبت شہر میں موبائلوں کی مارکیٹوں میں نہیں ملتی

محبت خوش نما چہروں کے رش میں،

حادثاتی طور پر آئی Friend shirp کی کوئی Request تھوڑی ہے

کہ جس کو اک Clik سے کوئی بھی Remove یا Confirm کر دینے کا

ایسا Option رکھے

جو اک توہین کے زمرے میں آئے یا غرض مندی کے رشتوں کی نئی بنیاد بن جائے

محبت Facebook جیسی کوئی site نہیں ہوتی

محبت ریل گاڑی کے سفر میں ہونے والی دوستی کی طرح

اسٹیشن کے آتے ہی

رفاقت میں گزاری ساعتوں کی طرح یکسر وقت کے صحرا میں جا کر گم نہیں ہوتی

نہ ہی یہ یادِ ماضی کو بھلا دینے کی کوئی بددُعا ہے جو

کسی کم ظرف کے ہونٹوں سے نکلی ہو

محبت بھیک اور خیرات کا سکہ نہیں جس کو ثوابِ آخرت کی چاہ میں کوئی

ادے بے نیازی سے

بہ روزِ جمعہ اک نادار کی جھولی میں ڈالے اور خود کو مطمئن کر لے

محبت دین و مذہب کی تجارت بھی نہیں ہوتی

محبت سوتنوں کے بیچ شوہر کی کشاکش بھی نہیں ہے جو

کسی تعویذ گنڈے کے اثر سے بہکی پھرتی ہو

نہ ہی یہ خاندانوں میں کسی تفریق اور تقسیم کی بنیاد بنتی ہے

اسے رشتوں کے شیشوں میں دراڑوں کی طرح رہنا نہیں آتا

تمھیں یہ بھی بتانا ہے

محبت اک

ادھوری نیند کا ٹوٹا ہوا سپنا نہیں ہوتی

اندھیری رات میں بھٹکا ہوا لحظہ نہیں ہوتی

بہکتے جسموں کی عریانیوں کے پیچ وخم میں گم

بھڑکتے تشنہ لب جذبات کا سودا نہیں ہوتی

پلٹتے، لوٹتے، دم توڑتے موسم کے ہاتھوں سے

پھسلتا، بھاگتا، چھوڑا ہوا لمحہ نہیں ہوتی

تمنا کے سرابوں کی کسی مذموم وحشت میں

تھکے ماندہ مسافر کا کوئی نوحہ نہیں ہوتی

لہو کے دیتی، بپھری رنجشوں کے سرد جنگل میں

ٹھٹھرتے پیڑوں کا گریہ کناں سایہ نہیں ہوتی

ثقیل الفاظ سے گوندھی علامت خیز نظموں میں

ثقافت اور روایت کا کوئی جھگڑا نہیں ہوتی

جلے خیموں کی اڑتی راکھ میں چنگاریاں بن کر

جھمکتی خامشی کا بدنما چہرہ نہیں ہوتی

چمکتے فرش پر اک بدتمیزی سے کسی پھل کا

چھری سے کاٹ کے پھینکا ہوا چھلکا نہیں ہوتی

حکایت ہے کہ یہ حالات کی قبرِ شکستہ میں

حسیں ہاتھوں سے دفنایا ہوا وعدہ نہیں ہوتی

خمارِ درد میں آنکھوں سے بہتے اشک کی مانند

خزاں میں شاخ سے ٹوٹا ہو پتا نہیں ہوتی

دلِ قرطاس پہ اک خوش نما تحریر کی صورت

دھنک کے رنگ سے لکھا ہوا نعرہ نہیں ہوتی

ڈرے سہمے ہوئے اظہار کے جملے پکانے کو

ڈھکے الفاظ سے گوندھا ہوا آٹا نہیں ہوتی

ذرا سی دیر میں خوش حال تو کر دیتی ہے لیکن

ذرائع آمدن جیسا بھی ذریعہ نہیں ہوتی

روایت ہے کہ یہ آرائش و تزئین کی خاطر

ردائے درد میں ٹانکا ہوا تارا نہیں ہوتی

زباں کے پہلوئے ترکش سے نکلا آتشی پیکاں

زبانہ زن رعونت سے بھرا لہجہ نہیں ہوتی

مری ہم دم محبت ایک ایسی بادشاہت ہے

سوال اس کے لبوں پر ہو بھی تو کاسہ نہیں ہوتی

Scanned with CamScanner

شدید و تند موجوں کے تھپیڑوں سے تہی داماں
شبِ طوفان میں اجڑا ہوا میلہ نہیں ہوتی

صراحت اور وضاحت مانگیے جس کی، محبت وہ
صحافی کی کسی تحریر کا نکتہ نہیں ہوتی

ضیافت کے لیے ہمسائے سے مانگا ہوا برتن
ضرورت پڑنے پہ مجبوری کا سودا نہیں ہوتی

طمع کی آنچ سے دہکا ہوا پُر عشوہ و غمزہ
طوائف کی لپکتی بانہوں کا حلقہ نہیں ہوتی

ظروفِ سیم میں رکھے ہوئے تلخاب کی مانند
ظرافت کی کُتب میں طنز کا بھالا نہیں ہوتی

عبارت میں کہیں کاٹا ہوا اک ناروا جملہ
عبادت میں کوئی بھولا ہوا سجدہ نہیں ہوتی

غضب و غیظ سے سینچا یگانہ کا کوئی مصرعہ
غرابت میں کبھی ناسخ کا سہ غزلہ نہیں ہوتی

فراقِ یار میں تختِ شہی کا دان ہے لیکن
فقیروں کو دیا خیرات کا کھانا نہیں ہوتی

کسی کنجوس کے دل پیالے میں بے کار و بے مصرف
کھنکتا، گونجتا چاندی کا اک سکہ نہیں ہوتی

گلوں کے سائے میں بیٹھا نوا سنجِ فغاں بلبل

گھری برسات میں سوکھا ہوا ٹیلا نہیں ہوتی

لعابِ بد دِلی و ناپسندی کی نمی سے تر

لب و رخسار پہ سڑتا ہوا بوسہ نہیں ہوتی

محبت کے گلستاں میں ہمیشہ پھول کھلتے ہیں

محبت وہ چبھن ہے جو کبھی کانٹا نہیں ہوتی

نکلنے کے لیے جس سے تسلّی کی ضرورت ہو

نصیبِ دشمناں! یہ کیفیت صدمہ نہیں ہوتی

وراثت میں کسی کم ظرف کی چھوڑی ہوئی دولت

وصیّت میں کسی بد ذات کا حصّہ نہیں ہوتی

ہتھیلی سے اُڑی رنگین و نازک تتلی کی مانند

ہجومِ زیست میں کھویا ہوا لمحہ نہیں ہوتی

یہ ایسی شے نہیں ہے جس کی ناکامی کا خدشہ ہو

یہ کوئی خوب سوچا سمجھا منصوبہ نہیں ہوتی

محبت کو حروفِ ہجّہ کی ترتیب سے منظوم ہو کے اپنے مفہوم و معانی کی

وضاحت کی ضرورت بھی نہیں ہوتی

Scanned with CamScanner

تمہیں یہ بھی بتانا ہے
محبت کا کوئی قصبہ نہیں ہوتا
محبت کا کوئی صوبہ نہیں ہوتا
محبت کی کوئی بھاشا نہیں ہوتی
فضا میں جو تعصب کی ہوا بھر دے
گروہوں اور فرقوں کا تصور دے
یہ ملاّ کا دیا خطبہ نہیں ہوتی
کوئی بھی ہو، کہیں کا ہو، یہیں کا ہو
زماں کا ہو، سماں کا ہو، زمیں کا ہو
محبت کو کوئی پروا نہیں ہوتی

محبت کی فضا میں طنز کی باتیں نہیں ہوتیں
محبت کے سفر میں خوف کی راتیں نہیں ہوتیں
محبت میں قبیلہ بندی اور ذاتیں نہیں ہوتیں
محبت اک شکستہ حزب اور لشکر نہیں ہوتی
اسے قصے کہانی اور فسانے بھی نہیں آتے
کسی کے شعر عجلت میں جلانے بھی نہیں آتے
اچانک چھوڑ جانے کے بہانے بھی نہیں آتے
محبت بے وفا کے عذر کا خنجر نہیں ہوتی
محبت گھر میں ڈوبا اجالا بھی نہیں ہوتی
کسی دیوار میں مکڑی کا جالا بھی نہیں ہوتی
کتابوں میں لکھی اک دیومالا بھی نہیں ہوتی
محبت خواب میں کھویا ہوا منظر نہیں ہوتی
یہ کوئی وار کے پھینکا ہوا صدقہ نہیں ہوتی
کسی کی نظم اور اشعار کا سرقہ نہیں ہوتی
ادیبوں شاعروں کی رزم اور حلقہ نہیں ہوتی
محبت ناقدوں کا بوریا بستر نہیں ہوتی

محبت دفتروں میں مشتہر خالی اسامی بھی نہیں ہوتی
کسی نااہل و نالائق کی سرکاری غلامی بھی نہیں ہوتی
کسی کردار میں رہ جانے والی کوئی خامی بھی نہیں ہوتی
یہ اک اخبار کے صفحے پہ لکھی نیک نامی بھی نہیں ہوتی
محبت افسری اور عہدوں کی حاجت نہیں ہوتی، مری ہمدم
نہ اس کے لب منافق مسکراہٹ سے کبھی زہریلے ہوتے ہیں
نہ اس کے دانت اور ناخن چڑیلوں کی طرح نوکیلے ہوتے ہیں
نہ اس کی گفتگو میں روزمرّہ کے بہانے، حیلے ہوتے ہیں
نہ اس کے راستے ویران اور سنسان اور پتھریلے ہوتے ہیں
محبت بدنماں، بدشکل، بدخصلت نہیں ہوتی، مری ہمدم
نہ ہی یہ کربلا میں موجِ دریا پر کوئی پہرہ بٹھاتی ہے
نہ یہ شامِ غریباں میں جلے خیموں کی بجھتی راکھ اڑاتی ہے
نہ اک بیمار کو ہتھ کڑیاں پہنا کر کبھی قیدی بناتی ہے
نہ یہ ناموس کو بازاروں، کوچوں میں برہنہ سر پھراتی ہے
محبت کوفیوں کی فوج کی کثرت نہیں ہوتی، مری ہمدم

Scanned with CamScanner

نہ یہ معصوم چہرے میں چھپی عیاری اور مکاری ہوتی ہے
نہ یہ ہم سائے کی اک رسمی سی اور واجبی غم خواری ہوتی ہے
نہ یہ ٹھیلوں پہ بکتا مال ہوتی ہے، نہ یہ بازاری ہوتی ہے
نہ یہ آڑھت، نہ یہ منڈی، نہ یہ سودا، نہ یہ بینکاری ہوتی ہے
محبت اتنی سستی، اتنی بے قیمت نہیں ہوتی، مری ہمدم
نہ ہی یہ زندگی کی عارضی، لمحاتی اور وقتی ضرورت ہے
نہ ہی یہ بیمہ پالیسی، نہ یہ پنشن، نہ یہ طبّی سہولت ہے
نہ یہ امریکہ کے ویزے کی کوئی طے شدہ اور حتمی صورت ہے
نہ ہی یہ طبع شاعر سے اُمڈتی نظم کے مصرعوں کی جودت ہے
محبت منفعت اور حرص اور حیرت نہیں ہوتی، مری ہمدم

محبت کو بناوٹ اور دکھاوے اور تکلف سے کوئی نسبت نہیں ہوتی
محبت سنگ دل اور تنگ دل کے چہرے پہ بکھری ہوئی لعنت نہیں ہوتی
محبت بوالہوس اور بدگماں اور بے وفا اشخاص کی قسمت نہیں ہوتی
محبت بے حیا اور بدچلن اور بدلحاظ افراد کی سنگت نہیں ہوتی
محبت مصلحتِ وقت کے مدِنظر قائم کیا رشتہ نہیں ہوتی
محبت مشورے یا وعظ سے یا حکم سے ابھرا ہوا جذبہ نہیں ہوتی
اسے جسموں کے خال وخط سے اپنے نفس کے دوزخ کو دہکانا نہیں آتا
اسے مجبور و بے کس حُسن کو کم خواب اور ریشم میں کفنانا نہیں آتا
گداز و نرم بستر کی شکن میں خوابوں کے ٹکڑوں کو دفنانا نہیں آتا
گلستاں میں کھلے تازہ گلابوں کو لباسِ سوگ پہنانا نہیں آتا
محبت کے نگر کے باسیوں کو کوئی خطرہ خشک سالی کا نہیں ہوتا
محبت کی فضاؤں میں کوئی موسم چمن کی پائمالی کا نہیں ہوتا
یہ اک ایسی کمائی بھی نہیں ہے جو کبھی برباد اور بے کار ہوتی ہو
یہ ایسی انجمن اور ایسی محفل بھی نہیں جو باعثِ آزار ہوتی ہو
یہ ایسی دوستی اور ایسی قربت بھی نہیں جو وجہِ ننگ و عار ہوتی ہو
یہ ایسی کیفیت اور ایسی حالت بھی نہیں ہے جو کہ دل کا بار ہوتی ہو
محبت کے دیے کی لو شبِ دیجور کی طولانی سے مدھم نہیں ہوتی
محبت راہ میں حائل زمانی اور مکانی فاصلوں سے کم نہیں ہوتی

محبت ایسی پیشانی ہے جس کو ناصیہ فرسائی کی عادت نہیں ہوتی
یہ ایسی سلطنت اور سرزمیں ہے جو کبھی مفتوح اور غارت نہیں ہوتی
اسے دنیاوی مال و دولت و ثروت کی کوئی حرص اور حاجت نہیں ہوتی
یہ شاخِ وقت سے ٹوٹی ہوئی منحوس اور آفت زدہ ساعت نہیں ہوتی
محبت دل کی شادابی کو کینے اور حسد کے تھور سے بنجر نہیں کرتی
محبت طنز اور دشنام اور تحقیر بن کے بات کو خنجر نہیں کرتی
محبت آسماں کی وسعتوں میں ٹوٹ کے بکھرا ہوا تارا نہیں ہوتی
کسی ابلیس پہ پھینکا جہنم کا سُلگتا ایک انگارا نہیں ہوتی
یہ کوئی جرم اور گم راہی اور بدکاری و عصیاں کا کفارا نہیں ہوتی
یہ جائیدادوں، ترکوں، خاندانوں، سرحدوں، ملکوں کا بٹوارا نہیں ہوتی
محبت افسری ملتے ہی اک کم ظرف کا بدلا ہوا چہرہ نہیں ہوتی
محبت دوست بے زاری اور اک مغرور کا اُکھڑا ہوا لہجہ نہیں ہوتی
نہ یہ تردید ہوتی ہے، نہ یہ تنقید ہوتی ہے، نہ یہ تقریظ ہوتی ہے
نہ یہ تخریب ہوتی ہے، نہ یہ ترغیب ہوتی ہے، نہ یہ تجویز ہوتی ہے
نہ ہی یہ ٹوٹکا ہوتی، نہ جادو ٹونا ہوتی ہے، نہ یہ تعویذ ہوتی ہے
نہ ہی یہ جبری سجدوں اور دکھاوے کی عبادت کے لیے تفویض ہوتی ہے
محبت کی نمازوں میں قضا ہو جانے کا کوئی تصور بھی نہیں ہوتا
جو یہ نیت بندھے تو ٹوٹ جانے کا کبھی امکان پیدا ہی نہیں ہوتا

محبت بادشاہوں کی اطاعت میں اگر ہوتی تو ان کے محلوں اور درباروں میں ہوتی
اگر یہ ظلم کا اور جبر کا انعام ہوتی تو یزیدی فوج کے سالاروں میں ہوتی
اگر یہ کشت و خوں کا درس ہوتی تو چمکتے تیروں، نیزوں بھالوں اور تلواروں میں ہوتی
اگر یہ بادیہ پیمائی اور صحرا نشینی ہوتی تو صحرا نشیں بنجاروں میں ہوتی
اگر یہ بیچنے کی چیز ہوتی تو دکانوں، ٹھیلوں میں، ریڑھوں میں اور بازاروں میں ہوتی
اگر یہ بے نوائی، بے کسی اور بے بسی ہوتی تو دنیا بھر کے سب بے چاروں میں ہوتی
محبت بارِ دولت سے، تجارت سے، ندامت سے، گدائی سے جھکی گردن نہیں ہوتی
محبت گر کتابی شکل میں ہوتی تو یہ دنیا اسے الماریوں کے تختت پہ دھرتی
اگر ثروتؔ کی نثری نظم ہوتی تو یقیناً ریل کی پٹڑی پہ جا کے خودکشی کرتی
اگر یہ میراجیؔ کی شاعری ہوتی تو بل کل کڑکڑاتی سردیوں کی دھندسی دکھتی
اگر یہ کلیاتِ مصطفےٰ زیدی میں ہوتی تو بلاشک اعتبارِ حُسن سے مرتی
اگر پروینؔ کے اشعار کی نسوانیت ہوتی تو پھر اک حادثے کی سُرخی ہی بنتی
منیرِ بے نوا کی شاعری کی کھڑکی ہوتی تو خود اپنے سائے کے احساس سے ڈرتی
محبت لفظوں اور حرفوں میں جادو پھونکنے والے کسی بھی سامری کا فن نہیں ہوتی
محبت ایسی پاکیزہ دعا ہے جو کسی کے ہونٹوں پر آ جاتی ہے تو رد نہیں ہوتی

کبھی بھی ہو، کہیں بھی ہو، کسی کو ہو، کسی سے ہو، کسی کی ہو، یہ صحبت بد نہیں ہوتی

کسی بھی رُخ کسی بھی سرزمیں پہ ہو یہ بے حد ہوتی ہے، اس کی کوئی سرحد نہیں ہوتی

کسی بھی عمر کے حصے میں ہو جاتی ہے اس میں ماہ و سال و روز و شب کی حد نہیں ہوتی

رہینِ رنگ وقد، رخسار و زلف ولب، اسیرِ پنجۂ مژگان و خال و خد نہیں ہوتی

وہ جس پہ کوئی بھی نالائق اور بے درد جا کے بیٹھ جائے ایسی اک مسند نہیں ہوتی

محبت پر امیری اور غریبی اور فقیری اور صغیری اور کبیری کی کوئی قدغن نہیں ہوتی

محبت کی عظیم الشاں ٹریفک کو کسی سگنل پہ رکنے کا اشارہ بھی نہیں ہوتا

یہ ٹھاٹھیں مارتا، بپھرا ہوا ایسا سمندر ہے، کہیں جس کا کنارہ بھی نہیں ہوتا

جسے نقصان ہونے کی وجہ سے بیچنا پڑ جائے یہ ایسا ادارہ بھی نہیں ہوتا

محبت بیمہ پالیسی نہیں لیکن اسے لٹنے لٹانے سے خسارہ بھی نہیں ہوتا

یہ اپنے پورے قد سے سر اٹھا کے جیتی ہے، اس کا کہیں کوئی، سہارا بھی نہیں ہوتا

اور اس کو دوستوں کو مشکلوں میں چھوڑ کے منہ پھیر کے جانا گوارا بھی نہیں ہوتا

محبت ٹوٹ جانے والے دھاگے کی طرح رسمی تعلق کا کوئی بندھن نہیں ہوتی

محبت کو محلے کے گلی کوچوں کے آوارہ، لفنگے لونڈوں سے نسبت نہیں ہوتی

یہ اک بگڑے ہوئے مردود اور ملعون کے کردار اور اطوار کی مِدحت نہیں ہوتی

مگر یہ بھی حقیقت ہے محبت کو کسی کی عیب جوئی کرنے کی فرصت نہیں ہوتی

یہ وہ بدنامی ہے جو عمر بھر تو ہوتی ہے لیکن کبھی بھی باعثِ ذلت نہیں ہوتی

جسے ہرا ایرا غیرا نتھو خیرا اپنے تن پہ پہنے پھرتا ہو، یہ وہ خِلعت نہیں ہوتی

کتابِ زیست کے بکھرے ہوئے صفحات پہ لکھا ہوا پچھتاوا اور خِفت نہیں ہوتی

محبت دیگ کے پیندے سے چپکی رات کی باسی ہوئی بریانی کی کھرچن نہیں ہوتی
محبت مشق سے اور تجربے سے اور وظیفے سے، ریاضت سے کبھی حاصل نہیں ہوتی
یہ اک مشکل ہے اور مشکل بھی کچھ ایسی انوکھی ہے کہ مشکل ہو کے بھی مشکل نہیں ہوتی
یہ اک سفاک دہشت گرد، بھتہ خور، خودکُش حملہ آور، بھاڑے کا قاتل نہیں ہوتی
کسی تخریب میں چاہے وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں ہو یہ کبھی شامل نہیں ہوتی
یہ وہ حق گوئی ہے، وہ حق پرستی، حق شناسی، حق نویسی ہے کہ جو باطل نہیں ہوتی
یہ اک دیوار یا اک باڑ یا سرحد یا سنگِ میل یا کوئی حدِ فاصل نہیں ہوتی
تعصّب کی کسی بوتل سے نکلے بھوت اور عفریت اور آسیب کا مسکن نہیں ہوتی
محبت، گلستاں میں پھولوں کی اک ایسی محفل ہے، خزاؤں میں بھی جو برہم نہیں ہوتی
یہ پت جھڑ میں برہنہ شاخوں پر مغموم بیٹھے طائروں کا سوگ اور ماتم نہیں ہوتی
ذرا سی دیر کو آکاش پہ، آفاق پہ، اکناف پہ چھایا ہوا موسم نہیں ہوتی
یہ قیمت میں کوئی روپیہ، کوئی یورو، کوئی ڈالر، کوئی دینار یا درہم نہیں ہوتی
یہ انکم ٹیکس کا اک گوشوارہ یا بہی کھاتہ یا پھر کوئی حسابِ غم نہیں ہوتی
غریبوں پر کسی جمہوریت کے دور میں گرتا ہوا مہنگائی کا اک بم نہیں ہوتی
محبت بے حسی سے ہنستے، پیلے دانتوں کو چمکانے کا ٹوتھ پیسٹ یا منجن نہیں ہوتی

Scanned with CamScanner

محبت آہنی دروازوں اور طوق وسلاسل کے شکنجوں میں اگر ہوتی تو کب کی زنگ ہو جاتی
اگر بے گانگی، اکتاہٹ اور بے زاری ایسی چیز ہوتی تو خود اپنے آپ سے بھی تنگ ہو جاتی
اگر یہ بیویوں کو شوہروں پہ رہنے والے شک کی کوئی کیفیت ہوتی، کبھی کی جنگ ہو جاتی
اگر یہ رہ گذر کی راہ رو کے ساتھ چلنے والی کوئی دشمنی ہوتی تو خار وسنگ ہو جاتی
اگر الفاظ کے لنڈے کی ڈھیری میں پڑی ہوتی تو بائیس جلدوں میں اردو کی اک فرہنگ ہو جاتی
اگر انگریزی کے لے پالک اور منہ بولے نقادوں میں ہوتی تو کلیم احمد کا نیش وڈنگ ہو جاتی
محبت شیکسپئر اور سارتر اور کافکا اور ایلیٹ اور بائرن کی سوچ کا چربہ نہیں ہوتی
محبت میر وسودا، ذوق وغالب، آتش وناسخ، سراج وجرأت وانشا کا بہتسمہ نہیں ہوتی
محبت گر دلوں میں آنے والا میل ہوتی تو تعلق اور یہ رشتے سبھی مسموم ہو جاتے
اگر یہ ایک بچے میں سمٹ جاتی تو باقی بچے خود اپنی ہی ماں کی ممتا سے محروم ہو جاتے
اگر بارود ہوتی تو، یہ ہنستی وادیاں، چشمے، پہاڑ اور ندیاں اور سارے شجر معدوم ہو جاتے
اگر یہ سوگ ہوتی تو ہوائیں اور فضائیں اور زمین وآسمان وبحر وبر مغموم ہو جاتے
اگر یہ انتخابی حلقہ ہو جاتی تو اس کے کرتا دھرتا سب وڈیرے، پیر اور مخدوم ہو جاتے
اگر یہ سازشی ہوتی یا کوئی چال ہوتی تو عزائم اور ارادے اس کے بھی مذموم ہو جاتے
یہ کشتی گر تعصّب کے سمندر میں کسی طغیانی اور منجدھار میں پھنستی تو کب کی غرق ہو جاتی

حقیقی اور کسی سوتیلے میں کھینچے ہوئے اک خط میں ہوتی تو تمیز و امتیاز و فرق ہو جاتی
محبت شکل و صورت اور لب و رخسار و خال و خد میں ہوتی تو کسی کی شخصیت یا فرد ہو جاتی
بہو اور ساس، نندوں کی گھروں میں ہونے والی روز کی تکرار میں ہوتی تو سر کا درد ہو جاتی
یہ دولت مند کی فرّاٹے بھرتی، خوب صورت کار کی رفتار میں ہوتی تو کب کی گرد ہو جاتی
اگر یہ پیڑ، شاخوں، پتوں کے سبزے میں ہوتی تو خزاں کی اک ذرا سی دھوپ ہی سے زرد ہو جاتی
اگر یہ خانماں برباد اور مادر پدر آزاد اور بھٹکی ہوئی ہوتی تو کوچہ گرد ہو جاتی
یہ بلتستان اور گلگت کے برفیلے پہاڑوں سے گزرتا راستہ ہوتی تو گویا سرد ہو جاتی
محبت آدمی کی سیدھی، سادی، عام سی اک زندگی ہوتی تو دنیا میں اسے کوئی بھی جی لیتا
اگر یہ جاڑے کے موسم میں ادرک دار چینی سے بنائی چائے ہوتی تو اسے کوئی بھی پی لیتا
محبت ایکٹرس ہوتی تو پیسوں کے لیے اسٹیج اور فلموں میں گاتی اور تھرکتی ناچتی رہتی
اگر یہ بی اے ایم اے کی سند ہوتی تو روزانہ برائے نوکری دفتر کے چکّر کاٹتی رہتی
طوائف ہوتی تو منٹو کے افسانوں کی کھڑکی سے گلی میں آتے جاتے گاہکوں کو جھانکتی رہتی
اگر یہ فلسفی ہوتی تو اس دنیا سرا کے ہر کس و ناکس پہ اپنے فلسفے ہی جھاڑتی رہتی
یہ دیمک ہوتی تو اردو ادب کی علمی اور تحقیق پر مبنی کتابوں کو مزے سے چاٹتی رہتی
اگر یہ ہندسہ ہوتی تو سرکار اس کو اک قیمت بنا کر لازماً نوٹوں کے اوپر چھاپتی رہتی
یہ سالِ نو کی آمد پر کسی دیوار سے اترا پرانے سال کا بے کار کیلنڈر نہیں ہوتی
محبت پیزا ہٹ سے پیک کروایا ہوا پیزا یا میکڈونلڈ میں کھایا ہوا برگر نہیں ہوتی
محبت قافیہ پیمائی اور اوزان ہوتی تو ہزل گو تو اسے چرکینؔ کا اسلوب کر دیتے
اٹھارہ سو ستاون میں اگر دہلی کا کوئی سانحہ ہوتی تو غالبؔ بھی اسے مکتوب کر دیتے

Scanned with CamScanner

اگر یہ ذوقؔ کا کوئی قصیدہ ہوتی تو بے شک قلعے کے لوگ بھی تشہیر اس کی خوب کر دیتے
اگر یہ خمریاتِ ساغرِ مجذوب میں ہوتی تو اس کو دوسروں کے نام سے منسوب کر دیتے
اگر یہ جوشؔ کی رنگیلی ''یادوں کی برات'' ایسی سوانح ہوتی تو نقاد ہی مصلوب کر دیتے
یگانہ کے ذرا سی دیر بھی ہتھے چڑھی ہوتی تو احساسِ تفاخر سے اسے معتوب کر دیتے
یہ افسر شاہی کی دہلیز پہ بیٹھے بھکاری کے سوالی ہاتھ پہ رکھی ہوئی دھیلی نہیں ہوتی
محبت کچھ بھی ہو جائے مگر ممتاز مفتی کی ''الکھ نگری'' علی پور کا کوئی ایلی نہیں ہوتی
محبت نلکے سے بہتا ہوا پانی نہیں ہے جس سے کوئی گھر کے برتن اور گندے پوتڑے دھوئے
یہ ایسا رنجشوں کا پیڑ یا پودا نہیں ہے جس کا بیج اپنے بھرے آنگن میں کوئی ناسمجھ بوئے
یہ الماری نہیں جو اپنے تختوں پر تواریخِ ادب کی اور لغت کی موٹی موٹی جلدوں کو ڈھوئے
نہ حالیؔ کی مسدس کی طرح اک قوم کی تہذیب کا وہ مرثیہ ہے جس پہ کوئی غم زدہ روئے
نہ ہی یہ شبلیؔ کی تاریخ ہے جو آشنائے راہ ہو کر بھی ''اگر'' کے اور ''مگر'' کے دشت میں کھوئے
نہ یہ تاریخ کی رومانوی عریانیت ہے جو شررؔ کے ناولوں میں بسترِ کم خواب پہ سوئے
یہ تحریکِ علی گڑھ کی طرح پند و نصیحت کے تبرّک سے بھرا اصلاح کا برتن نہیں ہوتی
محبت ڈپٹی صاحب کے نصوحؔ و مبتلاؔ جیسے کسی کردار سے بھرتہ بنا بینگن نہیں ہوتی
یہ جو ملکِ محبت ہے مری جاں اس کے بازاروں میں جبر و دھونس سے ڈھالا ہوا سکہ نہیں چلتا
یہاں شکوے شکایت سے بھرا ناراضگی کا، خفگی کا، غصے کا اور طنز کا لہجہ نہیں چلتا
یہ ایسی بے نیازی ہے کہ جس کے سامنے دنیا کا کوئی بھی مقام و منصب و رتبہ نہیں چلتا
یہ اک بے ساختہ اتری ہوئی ایسی غزل ہے جس میں بھرتی کا کوئی اک شعر یا مصرعہ نہیں چلتا
یہ وہ گوشہ نشینی ہے کہ جس میں خانقاہی فکر کا اور راہبانی سوچ کا چربہ نہیں چلتا

یہ وہ گم نامی ہے جس میں کسی شاعر نما کی بس یوں ہی تخلیق کردہ نظم کا شہرہ نہیں چلتا

محبت شہرت و مقبولیت کی حرص میں جذبات کی قیمت اور اپنے خواب کی بولی نہیں ہوتی

محبت میڈیکل اسٹور پہ بکتی ہوئی اک ''نیوزیم''، ''لیکسوٹانل''، ''زی نیکس'' کی گولی نہیں ہوتی

محبت دوسروں کے گھر جلا کے اپنے گھر میں روشنی کرنے کی حاجت اور تمنا بھی نہیں ہوتی

یہ کوئی تصفیہ اور فیصلہ کرنے کو بلوائی گئی پنچایت اور گاؤں کا جرگہ بھی نہیں ہوتی

یہ ایم فل اور پی ایچ ڈی مکمل ہونے پہ ڈگری کی صورت میں ملا کاغذ کا ٹکڑا بھی نہیں ہوتی

یہ اک بیتی صدی یا سال اور، گزرا مہینا، دن یا اک کھویا ہوا پل اور لمحہ بھی نہیں ہوتی

یہ بانو قدسیہ کے ذہنی مطبخ میں بنایا ''راجہ گدھ'' جیسا کوئی ادبی سموسہ بھی نہیں ہوتی

اسے آدم جی ایوارڈ اور ایسا ہی کوئی انعام مل جانے کا لالچ اور پروا بھی نہیں ہوتی

محبت مشتہر خالی اسامی ہوتی تو بے شک کسی درخواست سے، عرضی گزارش سے ملا کرتی

محبت گر کوئی تمغہ، خطاب اعزاز ہوتی تو عنایت سے، نوازش سے، سفارش سے ملا کرتی

Scanned with CamScanner

تمہیں یہ بھی بتانا ہے

محبت نظم ہوتی تو یقیناً یہ کسی شاعر کے فکر و فن کے سانچوں میں ڈھلے اک خواب کی تجسیم ہو جاتی

پھر اس کو استعاروں کی، کنایوں کی، اشاروں کی، علامت کی، نئی تشبیہوں، ترکیبوں کی تہ میں ڈھونڈتے پھرتے

نہ جانے نظروں کے کتنے ستارے لفظوں کے سرکنڈوں کے تاریک جنگل میں شبوں میں گھومتے پھرتے

ہزاروں سلسلہ در سلسلہ حیرت زدہ کر دینے والے منظروں کے دائروں میں آنکھ بھی تقسیم ہو جاتی

نہ جانے کتنی الجھی ساعتوں، بے ربط لمحوں کو مرتّب کرتے کرتے زندگی خود صفحۂ تقویم ہو جاتی

یہ دانش ور بے چارے تجربے اور اپنی پیشہ ور مہارت کو بروئے کار لا کر اک پہیلی بوجھتے پھرتے

ہم ایسے خالی از عقل و خرد دیوانے مستانے مفاعیلن مفاعیلن کی دھن پہ مصرعہ مصرعہ جھومتے پھرتے

کہیں پہ حرف گر جاتا، کہیں پہ سکتہ آ جاتا، کہیں اک لفظ چھٹ جاتا، کہیں اوزان میں ترمیم ہو جاتی

اگر یہ نو مفاعیلن کی اک سانیٹ میں ہوتی تو میری ہم نفَس اس کو ہمیشہ صرف یہ شاعر کہا کرتے

محبت بس مرصّع کاری میں، لفظوں کی بندش میں، زبر میں، زیر میں اور پیش میں، تنوین میں یا جزم میں ہوتی

اسے ہم لازمی اور اختیاری اردو کی نظموں کے حصے میں بقدرِ امتحاں رٹّے لگاتے اور پڑھا کرتے

محبت زیادہ سے زیادہ کسی ٹی ہاؤس میں بیٹھے ہوئے کچھ تبصرہ فرمانے والے ناقدوں کی بزم میں ہوتی

چلو یہ فرض کر لیتے ہیں کہ اللہ رکھا رحمان اس کی دھن بناتے اور رسیلے بول کانوں میں گھلا کرتے

مگر جاناں محبت بس برائے شاعری ہوتی تو شاید شدّتِ جذبات سے اٹی مری اس نظم میں ہوتی

محبت رنج وغم کے تجزیے اور جائزے پر مشتمل تقدیر کا لکھا ہوا کالم نہیں ہوتی
کسی کے ذہن کے کچرے کے ڈبے میں پڑا متروک یادوں کا کوئی البم نہیں ہوتی
یہ چشمِ حیراں و پرنم نہیں ہوتی
محبت دھند کا موسم نہیں ہوتی
محبت روز ٹی وی پر بتایا جانے والا شہر کا درجہ حرارت بھی نہیں ہوتی
یہ موسمیات کے دفتر سے ہوتی پیش گوئی کے نتیجے میں بپا آفت نہیں ہوتی
محبت گردشِ پیہم نہیں ہوتی
یہ کوئی نقطۂ مبہم نہیں ہوتی
یہ روز ادبی محافل کی صدارت کرنے والے اک برانڈ ڈ صدر کا حُلیہ نہیں ہوتی
یہ اک تقریبِ اجرا میں پکائی تبصروں اور تجزیوں کی دال اور دلیا نہیں ہوتی
یہ کوئی لکھنوی چیونگم نہیں ہوتی
محبت چولی یا محرم نہیں ہوتی
محبت زردے، بریانی کی دیگوں کی طرح مہمانوں کے بڑھ جانے سے کم بھی نہیں ہوتی
یہ کھانوں کی طرح گھر کے فریزر میں پڑی بجلی کے اک لمبے تعطّل سے نہیں سڑتی
یہ پان اور چڑیا کی بیگم نہیں ہوتی
محبت بانٹنے سے کم نہیں ہوتی
یہ اک بیوی کو رہنے والے جائز شک پہ روزانہ کی اک تکرار اور چخ چخ نہیں ہوتی
مری جاں یہ تمہاری طرح اک تالاب سے نکلی ہوئی معصوم سی بطخ نہیں ہوتی
یہ محض اک حسن کا البم نہیں ہوتی
محبت نظم کا مرہم نہیں ہوتی

Scanned with CamScanner

سنو جاناں!

حکایت ہے

رضائے رب سے اپنا دامنِ صد چاک بھرنے کو

بنائی لیلیٰ نے کھیر ایک دن خیرات کرنے کو

ہزاروں بن بلائے آ گئے مہمان گھر اس کے

فقیروں کی قطاریں لگ گئیں دروازے پر اس کے

جو آتا اس کا استقبال اک مسکان سے کرتی

پیالہ جو بھی دیتا لیلیٰ اپنے ہاتھ سے بھرتی

ادھر بے چارے مجنوں کو خبر اڑتی ہوئی آئی

ارے دیوانے! لیلیٰ نے بنائی کھیر! جا بھائی

بہت دل چاہتا تھا، اس بہانے دیکھ لے جا کر

گلی میں لیلیٰ کی جانے پہ پابندی تھی مجنوں پر

قدم بڑھتے تھے آگے اور پھر رکنے سے لگتے تھے

امیدوں کے ستارے اشکوں میں بجھنے سے لگتے تھے

لیے اپنا پیالہ اتنے میں اک خرقہ پوش آیا

قریب اپنے اسے مجنوں نے جو دیکھا تو گھبرایا

کہا مجنوں سے اے داتا! کہاں جاتے ہو بتلاؤ

اگر واقف ہو، قصرِ لیلیٰ کی رہ ہم کو دکھلاؤ

سُنا ہے لیلیٰ نے کھیر اپنے ہاتھوں سے بنائی ہے

ہمیں مل جائے شاید گر مقدر میں بھلائی ہے

یہ سُن کے مجنوں کے دل میں اچانک اک خیال آیا

پیالہ اپنا اس درویش کے ہاتھوں میں پکڑایا

بتائی راہ اس کو اور خوشامد سے کہا داتا

سبب ناگفتہ ہے میں اس گلی میں کیوں نہیں جاتا

پیالہ میرا بھی لے جاؤ اور لیلیٰ سے یہ کہنا

پیالہ قیس نے بھیجا ہے جو تیرا ہے دیوانہ

سنے گی لیلیٰ میرا نام جو تجھ سے تو خوش ہو کے

پیالے کو مرے سو بار چومے گی عقیدت سے

مجھے وہ کھیر پہنچانے کا تجھ سے وعدہ بھی لے گی

یقیناً دوسروں سے وہ تجھے کچھ زیادہ ہی دے گی

ملوں گا میں اسی جا تو جہاں پر چھوڑے جاتا ہے

تجھے دیکھوں بھلا کتنے سمے میں لوٹ آتا ہے

سُنا یہ ماجرا درویش نے تو شکریہ کہہ کر

خوشی سے چل پڑا وہ سوئے منزل لینے کو لنگر

پہنچ کر لیلیٰ کے دروازے پر دیکھا ہزاروں میں

کھڑے تھے کاسے لے کر لوگ دورویہ قطاروں میں

کھڑا یہ بھی ہوا دونوں پیالے لے کے ہاتھوں میں

سے کا کیا پتہ چلتا ہے کٹ جاتا ہے باتوں میں

جب اس کی باری آئی دو پیالے کر دیے آگے

بھرے خود لیلیٰ نے سوئے ہوئے بخت اس طرح جاگے

یہ پوچھا مسکرا کے دوسرا کس کا پیالہ ہے

تمہیں درویش یہ کس دوست نے مشکل میں ڈالا ہے

وہ بولا گر بتادوں کاسہ ہے کس کا تو جھومو گی

عقیدت سے لگا کے آنکھوں سے تم اس کو چومو گی

کہا لیلیٰ نے اے درویش تم انجان لگتے ہو

ہمیں تم گفتگو سے بُن پُچھ حیران کرتے ہو

جواباً ناز سے درویش بولا دوسرا کاسہ

ہمارے ہاتھ بھیجا ہے تمہارے مجنوں نے لیلیٰ

یقیناً اب تو اس دریش کو اکرام بھی دو گی

کہو کیا کہتی ہو اب کچھ ہمیں انعام بھی دو گی؟

سُنا جو نام مجنوں کا تو آیا لیلیٰ کو غصہ

پیالہ ہاتھ سے لے کر زمیں پر زور سے پٹخا

کہا جو چاہتے ہو خیر تو اب دُور ہو جاؤ

سنو درویش! اب اس شہر سے کافور ہو جاؤ

مرے دربانوں نے اب ہاتھ اور پاؤں نہیں توڑے

مگر دوبارہ گر آئے نظر لگواؤں گی کوڑے

جو روتا پیٹتا درویش واپس دشت میں آیا

جہاں پہ چھوڑا تھا مجنوں کو اپنا منتظر پایا

ہوا بے کل جو مجنوں ہاتھ کو درویش کے تھاما

سنانے کو کہا اوّل تا آخر ماجرا سارا

یہ پوچھا نام میرا سُن کے تم سے خوش ہوئی لیلیٰ

وہ کیسی ہے کوئی پیغام بھی اس نے مجھے بھیجا

یہ سن کے ضبط غصّے کو نہ اپنے کر سکا درویش

جو دیکھی بے کلی مجنوں کی گویا پھٹ پڑا درویش

کہا قسمت بری تھی جو ملا اس دشت میں تجھ سے

نہ جانے کن گُناہوں کی سزا تھی جو ہوئے مجھ سے

مرے جی میں ہے جتنی گالیاں آتی ہیں تجھ کو دُوں

بڑا آیا کہیں کا بنتا ہے یہ لیلیٰ کا مجنوں

بڑی مشکل سے دربانوں سے میں نے جاں بچائی ہے

ہوئی تضحیک جو میری دہائی ہے، دہائی ہے

ارے دیوانے! تُو کہتا تھا میرے نام کو سُن کے

پیالہ چومے گی میرا لگائے گی وہ آنکھوں سے

سُنا جو نام تیرا تو پیالہ زور سے پٹخا

پیالے کے ہوئے پُرزے مرا دل خوف سے تڑخا

نہ جانے مجھ سے کیسی دشمنی تو نے نبھائی ہے

کسی نے سچ کہا ہے نیکی کا بدلہ برائی ہے

تبسُّم ہونٹوں پر آیا سنا جو ماجرا اس سے

بڑے ہی پُرسکوں لہجے میں مجنوں نے کہا اس سے

پیالہ کیا مری لیلیٰ نے کوئی دوسر توڑا؟

کسی کا نام سن کے غصّے سے منہ اس طرح موڑا؟

پیالہ توڑنا مضبوط رشتے کی علامت ہے

مری لیلیٰ کو مجھ سے آج بھی کتنی محبت ہے

محبت یوں ہی تکمیلِ حیات وذات کرتی ہے

محبت ہر نفی کو اس طرح اثبات کرتی ہے

تمہیں میں نے بس اتنا ہی بتانا ہے مری لیلا

نفی کی گرد سے دل ہو نہیں سکتا کبھی میلا

محبت دل کی ویراں اور اجڑی وادیوں اور بستیوں کو شاداور آباد کرتی ہے
یہ اپنے ہر گلستاں کی فضا میں نکہتِ سرو سمن و عنبر و شمشاد رکھتی ہے
محبت گیت اور چہکار ہوتی ہے
چمن میں پھولوں کی مہکار ہوتی ہے

محبت وادیوں کے پُر فضا سر سبز کہساروں سے بہتے جھرنوں کے گیتوں میں ہوتی ہے
یہ ٹھاٹھیں مارتے ساحل کی گیلی ریت سے اٹڈے سمندر سے بہے سیپوں میں ہوتی ہے
محبت جھرنوں کی جھنکار ہوتی ہے
یہ اڑتے پنچھیوں کی ڈار ہوتی ہے
محبت دور سے بھی اک نظر محبوب کو گر دیکھ لیتی ہے، اسے تسکین ملتی ہے
یہ اک ایسی کلی ہے شبنمِ دیدار کی اک بوند سے بھی کھلکھلاتا پھول لگتی ہے
یہ سر سبز و حسیں گلزار ہوتی ہے
محبت بے خس و بے خار ہوتی ہے
کہیں بھی زندگی میں راستے دشوار اور پُر خار ہو جائیں محبت ساتھ چلتی ہے
کسی بھی بے شجر و برگ صحرا میں سروں پہ دھوپ چڑھ جائے محبت سایہ کرتی ہے
یہی ہم دم یہی غم خوار ہوتی ہے
محبت قافلہ سالار ہوتی ہے
محبت رشتوں کے الجھے ہوئے دھاگوں کو سلجھاتی ہے اور ٹوٹے ہوؤں کو جوڑ دیتی ہے
محبت ہی تو ہے جو کارزارِ زیست میں قربانی اور ایثار کی بنیاد بنتی ہے
محبت سیرت و کردار ہوتی ہے
یہی محبوب کا پندار ہوتی ہے

محبت زندگی کے تیرہ وتاریک لمحوں میں روپہلی چاندنی بن کر شبوں کے ہر افق پر پھیل جاتی ہے
یہ مہکی وادیوں میں، گلستانوں میں، چمن میں، باغوں میں، جنگل میں، صحراؤں میں ہنستی صبح کا منظر
شگوفوں، کلیوں، پھولوں، ڈالیوں، برگ و شجر، جھرنوں، بہاروں، چشموں، ندیوں، پنچھیوں پہ آسمانِ نور کی چادر
محبت نیل گوں آکاش کے رخساروں پہ بادل کے بوسوں کے نشانوں میں شفق کا رنگ بن کر مسکراتی ہے
رُخِ گل سے ٹپکتے قطرۂ شبنم میں اور بارش کی ہلکی ہلکی بوندوں میں، بہاروں کی ہوا میں، گنگناتی ہے
محبت جنوری کی سردیوں، جاڑوں میں مشرق سے اُمڈتی دھوپ کے کم خواب وریشم سے بنا نرم و حسیں بستر
یہ عطرِ عُود سے اور مشک سے، خس سے، شمامہ سے مشامِ جان میں اتری ہوئی خوشبوؤں سے مہکا ہوا پیکر
محبت موسموں کی نرم و نازک انگلیوں کے گرم پوروں سے فضائے زیست کے صبح و مسا کو گُدگُداتی ہے
یہ اپنے ہونٹوں کے مہکے گلابوں کے تر و تازہ کھلے بوسوں سے رُوئے صبح کو شاداب اور نمکین کرتی ہے
نسیمِ نو بہارِ دل فزا کے سرد جھونکوں کی طراوت بن کے کھیتوں میں خوشی سے جھومتی فصلوں میں رہتی ہے
حیا و شرم کی اکناف میں بکھری دھنک کی بانہوں میں سمٹے، لجاتے پھولوں کے رخسار و لب رنگین کرتی ہے
سبد گل میں اور پیڑوں کے کتھاوں میں، مہکتے پھولوں کی پھلواریوں میں، کیاریوں، گل دانوں میں گملوں میں رہتی ہے
محبت خواب بن کر آسمانوں کی، جہانوں کی، زمانوں کی الگ ہی طرز سے آرائش و تزئین کرتی ہے
محبت سادگی، شیرینئ الفاظ و ایجاز و بلاغت سے مزیّن میر کے اشعار اور غزلوں میں رہتی ہے

Scanned with CamScanner

محبت خالق الملک، محبت مالک الملک، محبت توتی الملک، محبت تنزع المُلک
محبت صفحۂ قرآں، محبت سورۂ رحماں، محبت انّا انزلنا، محبت انّا اعطینا
یہ والشمسِ وّضحٰہا، یہ ولیلِ اذا یغشٰی، یہی والتّینِ وزّیتوں، یہی وَطُورِ سینینا
یہی فرقاں، یہی زخرف، یہی الحمدُ للہ اور یہی ہے قُل ھو اللہ اور یہی ہے آیۂ سجدہ
یہی ''لاتقنطو من رحمت اللہ'' اور یہی اقرأ بہ اسمِ رب، یہی ہے غایت و تفسیرِ انّما
یہی تحلیل اور تسبیح کا ممبع، یہی ہے ذکر کا چشمہ، یہی ہے لا الہٰ الا کا سوتا
غنی بھی اور مغنی بھی، صمد بھی اور باری بھی، مُد بر اور مُصور بھی، محبت طیب و طاہر
ھوَ الشافی، ھُو الکافی، ھوُ المُبدی، ھُو المُحی، ھُو الاوّل، ھُو الآخر، ھُو الباطن ھُو الظاہر
محبت روحِ کائنات ہے جو ذرّے ذرّے کے رگ و ریشے میں پیہم بے توقّف جاری ساری ہے
یہی تخلیقِ انساں کا سبب ہے اور یہی روحُ الامیں ہے اور یہی وجہِ نزولِ وحیِ باری ہے
صحیفہ ہائے ابراہیم و موسا میں یہی حکمِ خدائے لم یزل ہے اور یہی طاعت گزاری ہے
یہی ''اسرابعبدہٖ'' کا رمز و مسجدِ اقصا، یہی بُرّاق ہے یعنی محمد ﷺ کی سواری ہے
یہی قرآن میں ''اقرأ'' کی حکمت ہے، یہی آیات کی تشریح و تفسیر اور یہی ایمان داری ہے
یہ کائنات کے ماتھے پہ ڈھلکے خوش نما آنچل پہ وحدت اور کثرت کی عجب گوٹا کناری ہے
محبت جب لباسِ جسم میں جلوہ نما ہو تو حریمِ کعبہ کی صورت مکینِ فرش ہوتی ہے

محبت نشۂ حسنِ ازل میں چور جب بندِ قبائے جسم توڑے تو خدا کا عرش ہوتی ہے

محبت سورۂ یٰسین، محبت ہی محمد ﷺ بھی، مدثر بھی، مزمل بھی، محبت سورۂ طٰہٰ

محبت ہی بر اہیمی درودِ پاک کی تسبیح کا موتی، محبت محفلِ تاج و تنجینا

یہی ثور و حرا کے غاروں کی خلوت، یہی شعبِ ابی طالبؑ، محبت ہی رسولِ پاک ﷺ کا روضہ

محبت ہی حجرِ اسوَد و کعبہ، محبت ہی طواف و حج، محبت ہی ہے سعیِ مروہ اور صفا

محبت گنبدِ خضرا کی چھاؤں اور لوائے حمد کا سایہ، محبت ہی کِسائے زینبؑ و زہراؑ

محبت جلسۂ نعت و سماع و منقبت یعنی محبت صحبتِ نورِ چراغِ اولیاءُ اللہ

محبت اذنِ گویائی اگر دے سنگ بھی دستِ پیمبر ﷺ پر شہادت کا کلمہ پڑھنے لگتے ہیں

محبت ہی تو ہے جو سرحدوں کو، ان حدوں کو، توڑ دیتی ہے جہاں جبریلؑ کے پر جلنے لگتے ہیں

محبت علم کا در ہے، یہی فُزتُ برَبِّ کعبہ ہے یعنی محبت ہی قسیمِ نار و الجنّہ

محبت ہی تو ہے من کنتُ مولا اور محبت ہی ہے ید اللہ، محبت ہی کرم اللہ و وجہُ اللہ

محبت ہی ہے انعمتَ علیھم، غیرِ مغضوبِ علیھم کی دعا یعنی نجف کا راستہ سیدھا

محبت ہی سوارِ دوشِ پیغمبر ﷺ، محبت بت شکن ہے اور محبت ہی ولی اللہ، اسد اللہ

محبت ہی ہے یعسوب و امیر المومنین یعنی علیِ مرتضیٰ یعنی محبت قبلہ و کعبہ

محبت ہی درِ خیبر کشا یعنی، محبت ذوالفقارِ حق، وصیِ حق، یہی نفسِ رسول اللہ

کوئی بھی غزوہ ہو یا حزب ہو یا ذوالعشیرہ ہو، غدیرِ خُم کا میداں ہو، محبت ساتھ ہوتی ہے

محبت اونگھتی ہے اور نہ اس کو نیند آتی ہے مگر ہجرت کی شب یہ موت کے بستر پہ سوتی ہے

محبت کا لقب اُمِّ ابیھا اور محبت ہی بتولِ عذراؑ ہے یعنی محبت فاطمہ زہرا

محبت نورِ پیغمبر، محبت کفوِ مولا مرتضیٰؑ ہے اور محبت مادرِ حسنینؑ و اُمِ زینبؑ عُلیا

محبت ہی سلام اللہ علیہا، سیّدہ، خیر النسا، یعنی محبت آیۂ تطہیر کا سایہ
محبت دہر کی آیات کی تجسیم، بنتِ رحمت اللعالمین ﷺ، یعنی محبت ملجا و ماوا
محبت حوضِ کوثر، سلسبیل و معدنِ عصمت، محبت طیّبہ و طاہرہ، مستورہ، معصومہ
یہی آغوشِ پاکیزہ، یہی ہے مادرِ کامل، محبت حافظِ حقِ امامت، اُمِّ آئمہ
محبت چکیّاں بھی پیستی ہے اور کبھی غافل نہیں ہوتی ہمیشہ ہونٹوں پہ قرآن ہوتا ہے
یہ جب بھی گفتگو کرتی ہے تو پیشِ نظر حکمِ خدا یا پھر نبیِ پاک ﷺ کا فرمان ہوتا ہے
محبت ہی حسنِ مجتبیٰؑ، ابنِ علیِ مرتضاؑ، ابنِ رسول اللہ ﷺ، ابنِ فاطمہ زہراؑ
یہ اس دنیا کی شادابی، یہ پیڑوں، پتوں اور شاخوں کی سبزی اور ہریالی، قبائے سبز کا صدقہ
محبت وہ ہے کہ جس کی سواری خود نبی پاک ﷺ بنتے ہیں، محبت کا مقام و مرتبہ اونچا
اسی رُوئے محبت پر کھلے ہیں نور کے بوسے، یہ وہ رخسار ہے جس کو رسول پاک ﷺ نے چوما
امامت کا چمن اس گُل کی خوشبو سے معطّر ہے، یہ ایسا پھول ہے جس کو نبی ﷺ نے بارہا سونگھا
محبت ہی وصیِ حیدرِ کرّار ہے یعنی، محبت ہی محمد ﷺ کے جگر کا تیسرا ٹکڑا
اسی کے در پہ تو جبریلؑ درزی بن کے آتے ہیں، محبت کے لیے جنت سے پیراہن اترتے ہیں
محبت صُلحِ کُل مسلک، محبت ہی امام و رہبرِ حق ہے، اسی پر سب درودِ پاک پڑھتے ہیں
محبت ہی حسینِ سیّد و سرادرِ اہلِ جنّہ ہے یعنی محبت وارثِ آدم صفی اللہ
محبت ظلمتِ شب میں چراغِ مصطفوی ﷺ ہے، محبت نُور ہے یعنی محبت آقا و مولا
محبت عیسٰیؑ روحُ اللہ کی وارث، محبت وارثِ موسٰیؑ، محبت وارث و ابنِ حبیب اللہ ﷺ
محبت تشنہ لب بر علقمہ یعنی شہیدِ نینوا یعنی محبت کربلا کا راستہ سیدھا
یہ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی وارث، خلیل اللہ، ذبیح اللہ، محبت وارثِ نوحؑ نجی اللہ

محبت بے نیازِ زندگی وموت ہے یعنی محبت تیروں کے سائے میں رب کو شکر کا سجدہ

محبت کربلا کی ریت کے تپتے مصلّے پر نمازِ شکر میں شبیرؑ کے سجدے کو کہتے ہیں

برائے قربتِ محبوب دریا کے کنارے پر، محبت اپنے ہی خوں سے وضو کرنے کو کہتے ہیں

محبت ہی کسائے زہراؑ کی وارث، محبت حضرتِ زینب سلام اللہ علیہا، فاطمہ کبریٰؑ

محبت وارثِ علمِ علی ابنِ ابی طالبؑ، محبت وارثِ عصمت، عقیلہ اور صدیقہ

محبت وہ تھی جس نے شام کے بازاروں میں خطبے پڑھے یعنی محبت کربلا کی کاروں سالار معصومہؑ

یہی مقصودِ حرمت ہے، یہی اخلاق اور کردار کی زینت، یہی ہے آبروے مریمؑ وحواؑ

یہ جن وانس یہ دنیا جہاں، یہ حوریں اور غلماں، ملائک سب کے سب خادم محبت ان کی مخدومہ

یہ گلیوں، کوچوں بازاروں میں درباروں میں محلوں میں برہنہ سر بھی ہو تو صاحبِ تطہیر ہوتی ہے

یہ دورِ جبر میں اک صبر کی تحریک یعنی کارگاہِ کربلا میں زینبؑ دل گیرؑ ہوتی ہے

سرِ بزمِ شہادت شیر خواری میں محبت اصغرؑ بے شیر کے جامِ قضا میں تھی

اور اپنے بچپنے میں جرأت و ایثار و کی صورت یہی عونؑ و محمدؑ کی ادا میں تھی

لڑکپن میں یہی قاسمؑ میں، رشکِ یوسفؑ کنعان میں، یعنی حسنؑ کے مہ لقا میں تھی

صدائے بندگی بن کر علی اکبرؑ کی صبحِ نو جوانی کی اذانِ کربلا میں تھی

جوانی میں محبت حضرتِ عباسؑ ابنِ حیدرِ کرّارؑ کے دستِ وفا میں تھی

ضعیفی میں حبیب ابنِ مظاہرؓ کی حسین ابنِ علیؑ سے دوستی کی انتہا میں تھی

محبت ریگِ صحرا میں کھلے خوش رنگ پھولوں کی مہکتی انجمن میں تھی

محبت دیکھنی ہو تو صفا و مروہ کے ماتھے پہ کندہ ہاجرہ کی جستجو دیکھو

اور اسماعیل کی صحرا کے سینے پر مچلتی ایڑھیوں سے پھوٹتے چشمے کی ''ھُو'' دیکھو

محبت کی کلی کی زوجۂ فرعون حضرت آسیہ کے دل کے صحرا میں نمو دیکھو

اور اوجِ طور پہ بے خانماں چرواہے کی ناز و ادائے دلبری کی گفتگو دیکھو

کنواری ماں کی آغوشِ مقدس سے ہویدا ناطقِ انجیل کا نورِ وضو دیکھو

ذرا ناکامیِ حسرت کی اک بے آبروئی میں زلیخا کی پنپتی آبرو دیکھو

محبت کی ادا یعقوب کی نظروں میں میری جان بس یوسف کی بوئے پیرہن میں تھی

یہ موسم اور ہوائیں اور فضائیں اس کے تابع ہیں محبت اپنی فطرت میں سلیمانی

چرندوں پر، پرندوں پر یہ جن وانس پر حاکم محبت کی طبیعت میں ہے سلطانی
یہ وہ ہے جو ہزاروں فاصلوں سے چیونٹیوں کی گفتگو سن لے، سماعت اس کی حیرانی
یہ ہدہد جیسے اک کمتر مصاحب کو بھی اپنی نظروں میں رکھے، توجہ ایسی برہانی
وہ جس کے تذکرے ایمان اور ایقان کی آیات بن جائیں روایت اس کی قرآنی
اشارے پر زمینی اور زمانی فاصلے یکسر سمٹ جائیں، اطاعت اس کی نورانی
وہ جس میں تختِ خود ملکِ سبا سے اُڑ کے آ پہنچا اسی اک ساعتِ چشمِ زدن میں تھی
محبت خضرؑ ہے جو بھولے اور بھٹکے ہوؤں کو تیرگی میں نور کا جادہ دکھاتی ہے
جو تشنہ ہو، ہمیشہ کے لیے سیراب ہو جائے کہ یہ آبِ حیات ایسا پلاتی ہے
کبھی اپنے عمل سے صبرِ موسیٰؑ کو چھلک جانے پہ اکساتی ہے گویا آزماتی ہے
سفینے کو اگر یہ زیست کے مجروح بھی کردے تو اصلاً ڈوب جانے سے بچاتی ہے
خزانوں کی حفاظت کے لیے معمور ہو تو اپنی حکمت سے کہیں دیوار اٹھاتی ہے
کبھی اقدار کو پامال ہونے سے بچا کر نا خلف نا اہل کو کشتہ بناتی ہے
محبت دشت کی پرخواب راہوں میں شرابِ علم کے تشنہ مسافر کی لگن میں تھی
محبت قاہروں اور جابروں کے روبرو سینہ سپر یعنی یہ ہر فرعون رراموسیٰؑ
اسی کا چہرہ لافانی، اسی کا عرش بے پایاں، اسی کا اسم ہے سبحان اور اعلا
کہیں سیلاب آیا ہو محبت نوحؑ کی کشتی ہے بسم اللہ مجریٰھا و مرساھا
کبھی یہ چشمِ اسرائیل کی تیرہ شبی میں صبح کا منظر ہے یعنی نُور کا سُرما
محبت اپنی فطرت، اپنی غیرت اور حمیت میں براہیمی، یہی ہے لا یہی اِلاّ
یہی تنور کی بھڑکی، دہکتی اور لپکتی آگ کو گلزار کر لینے کا اک نسخہ

جو پنچھی اپنی چھوٹی چھوٹی منقاروں میں پانی بھر کے لائے تھے، محبت ان کے من میں تھی

یہی وہ ماہی ہے جو حاملِ یونسؑ بنے تو صفحۂ تاریخ کو حیرت بنا ڈالے

مقابل فیل بھُس بن کر بکھر جائیں ابابیلوں کو ایسا صاحبِ قدرت بنا ڈالے

یہی اک ساتھ ایسا ہے جو اصحابِ کہف کے سگ کو بھی اللہ کی آیت بنا ڈالے

یہی تو ہے جو اسپ باوفا کو کربلا میں ذوالجناحِ صاحبِ عظمت بنا ڈالے

گر اس کے من میں آجائے تو پھر ایسی غنی ہے، ناقۂ صالحؑ کو بھی حرمت بنا ڈالے

یہ ہجرت آشنا گر چاہے تو اک تار بُن کے، عنکبوتِ غار کو زینت بنا ڈالے

شبِ معراج میں بھی یہ محبت رفعتِ پرواز بن کے مرکبِ شاہِ زمن ﷺ میں تھی

محبت وہ تنفس ہے جو صحنِ دہر میں ہر مسکراتی صبح کے سینے میں چلتا ہے

اسی کی تو کشش ہے جو ستارہ ٹوٹ کے ابنِ ابی طالبؑ کے دروازے پہ گرتا ہے

یہی شعبِ ابی طالبؑ کی وہ تنہائی ہے جس میں شکیب وصبر کا اسرار کھلتا ہے

یہ اپنے مصر میں ایسی زلیخا بخت ہے جس کے لیے یوسفؑ سرِ بازار بکتا ہے

اگر سر کٹ بھی جائے تو سرِ نیزہ اسی کے فیض سے قرآن کی آیات پڑھتا ہے

مری ہم دم محبت ہی تو وہ ثور و حرا ہے جس کی خلوت میں وحی کا پھول کھلتا ہے

مری ہمدم محبت مقتلِ کرب و بلا میں اصغرؑ بے شیر کے تشنہ دہن میں تھی

اسے تم دامنِ صُفہ میں محوِ بندگی اصحابؓ کے پہلو میں پاؤ گی

بلالؓ خستہ کے منہ سے احد کی چار سو مہکی ہوئی خوشبو میں پاؤ گی

جب اپنے دل میں جھانکو گی تو ہر دھڑکن سے اُٹھتی اک صدائے ھُو میں پاؤ گی

نمازِ شب پڑھو گی تو اسے بے ساختہ چھلکے ہوئے آنسو میں پاؤ گی

یہ دعوت زندگی میں ہر گدائے بے نیازِ کاسہ کو از غیب ہوتی ہے

محبت سورۂ قرآن ہے جو اپنے ذکر و فکر میں لاریب ہوتی ہے

محبت دیکھنی ہو تو سرِ دشتِ رَبَذہ خیمۂ بو ذرؓ میں جھانک آؤ

مسلسل تین دن کے روزے میں محوِ عبادت فاطمہؑ کے گھر میں جھانک آؤ

جہاں مزدوری کرتے ہوں علیؑ تم باغ کے اس گوشۂ انور میں جھانک آؤ

خدیجہؑ رئیسۂ عرب، فاقہ زدہ کے حجرۂ اطہر میں جھانک آؤ

کرم کی یہ وہ بارش ہے کہ ہوتی ہے تو صبحِ زیست میں تا شام ہوتی ہے

مری ہم دم یقیں جانو یہ دولت بانٹ دینے والوں کے ہاں عام ہوتی ہے

اسے معصومیت میں تم سکینہؑ کے قفسِ شام کے کردار میں دیکھو

گر اس کے خال و خد کو دیکھنا ہے، زینبؑ آئینۂ گفتار میں دیکھو

اسے عاشور کے دن اُمِ لیلیٰؑ اور اُمِ فرویٰؑ کے ایثار میں دیکھو

کنیزِ فاطمہؑ ہو تو اسے اُم البنینؑ و فضّہؑ کے معیار میں دیکھو

محبت ایک ایسی تربیت ہے جو نفس کو خوشبوئے تہذیب دیتی ہے

کتابِ زندگی کے صفحوں کو اک خاص ہی انداز سے ترتیب دیتی ہے
دلِ رومی میں دیکھو تو اسے تم درز بانِ پہلوی اعجاز سمجھو گی
اگر لفظوں میں ڈھونڈا تو اسے تم بوستانِ سعدیِ شیراز سمجھو گی
کبھی اقبال سے پوچھو گی تو اس کو خودی اور بے خودی کا راز سمجھو گی
مری اس نظم کو چھوڑو گی تو جا کرانیسی اور دبیری ساز سمجھو گی
یہ تختِ معنی و مفہوم پہ ہو تو جہانِ معرفت کی سیر کرتی ہے
محبت کی سواری آسماں کے ساتویں در سے کہیں آگے اترتی ہے
اسے حلاج کا بیٹا رُبابِ ہستی پہ سازِ انا الحق میں سنائے گا
سُرور و کیف میں عثمان مروندی مئے لاہوت کا نشہ بتائے گا
بری شہ کاظمیؒ کہسار کی خلوت نشینی سے کوئی قصہ چُرائے گا
چراغاں میلے والا اپنے دل کے آئینے میں مادھو کی صورت دکھائے گا
محبت چشتیؒ اور باہوؒ کی بزمِ صبح میں ہو تو یہ ذکر و قال ہوتی ہے
قلندر کے سرور جذب کی اک شام میں ہو تو دھمال اور حال ہوتی ہے
کبھی یہ سوچا ہے پیروں میں گھنگرو باندھ کے بلھا سرِ بازار ناچا کیوں؟
سدھارت ناتھ نے گوتم کو پانے کے لیے رامائن اور سنسار تیاگا کیوں؟
کبیری دوہوں کی چہکار میں ننکانے والے پیر کا طرفہ تماشا کیوں؟
محمد بخش کی ''سیف الملوک'' اور ''ہیر وارث شاہ'' کا سارا سیاپا کیوں؟
مری ہم دم محبت ایک ایسا راز ہے جو آدمی پہ منکشف بھی ہے
یہ اپنی ہی تماشا بیں، ملامت خیز بھی ہے اور اپنی معترف بھی ہے

Scanned with CamScanner

مری ہم دم!

یہ راز اک فارسیؓ کو اہلِ بیتِؑ منّی کا حامل بناتا ہے
اگر کھل جائے تو غفاریؓ کے ایمان کو کامل بناتا ہے
تجلی کے لیے یہ قنبرؓ و عمارؓ جیسا دل بناتا ہے
یہی بُہلولؒ کو دیوانگی میں دانا و عاقل بناتا ہے
شبِ عاشور حُرؒ کو خیمۂ شاہِ ضمن میں کھینچ لاتا ہے
اسی نے رابعہ بصریؒ کے دل کو تیرگی میں روشنی بخشی
شرف الدینؒ کو دہرِ تعفن خیز میں بُوئے علیؑ بخشی
اسی نے خسروؒ کو من کنت مولا کی ندائے عاشقی بخشی
معین الدینؒ سے ''شہ است'' کہلا کر بقائے دائمی بخشی
اسی کا چہرہ نورِ لا فتح الاعلیؑ سے جگمگاتا ہے
خدا توفیق دے تم کربلا کے راستوں کی خاک کو دیکھو
کبھی شاہِ نجفؑ کے روضے میں نکھری فضائے پاک کو دیکھو
مدینے میں برائے بوسہ گنبد پر جھکے افلاک کو دیکھو
بقیعہ میں طواف و بندگی کرتے خس و خاشاک کو دیکھو

یہ وہ عالم ہے جو زائر کو تشکیلِ جہاں کا گُر سکھاتا ہے
مزارِ بلھے شاہؒ پہ جا کے دیکھو تو محبت رقص کرتی ہے
یہ شہ نورانی کے، پُر پیچ اور دشوار رستوں میں تھرکتی ہے
نظام الدینؒ کے دربار کی دہلیز پہ آنکھیں جھپکتی ہے
ہمیشہ صاحبِ مشہدؒ کی چوکھٹ پر پڑی ماتھا رگڑتی ہے
یہ ایسا دل کش و جاذب اثر ہے جو دلوں کو گدگداتا ہے
سنو تم کوچہ ہائے یثرب و بطحا میں اڑتی خاک بن جاؤ
کبھی خود کو ذرا شیراز اور تبریز کی گلیوں میں بکھراؤ
دمشق و کربلا کے بے کراں صحراؤں کے سورج میں پگھلاؤ
یا آنکھیں موند کے قُم اور مشہد سے کوئی موسم چُرالاؤ
یقین جانو محبت آئینہ ہے جو کئی منظر دکھاتا ہے

Scanned with CamScanner

مری ہم دم محبت وضع میں احرام ہوتی ہے

سنائی دے تو یہ اللہ کا پیغام ہوتی ہے

تجلّی کر گئی تو لمحۂ الہام ہوتی ہے

جسے جس روپ میں مل جائے بس انعام ہوتی ہے

مری جاں یہ محبت روضہ ہائے انبیاؑ میں ہے

سدا سے بیعتِ دستِ وصیؑ واولیاؒ میں ہے

حقیقت تو یہی ہے یہ مقامِ کبریا میں ہے

بخیر آغاز ہوتی ہے، بخیر انجام ہوتی ہے

کبھی فرہاد کو شیریں کی آنکھوں میں دکھائی دی

کبھی مجنوں کو لیلیٰ کی اداؤں میں دکھائی دی

کبھی پُنوں کو سسی کی نگاہوں میں دکھائی دی

کہیں ذوقِ نظر ہو تو صلائے عام ہوتی ہے

کبھی تم بحر کے سینے میں موجوں کا جنوں دیکھو

کسی سرسبز وادی میں فضاؤں کا فسوں دیکھو

ہوائیں چیرتے پھرتے پرندوں کا سکوں دیکھو

محبت زندگی کا اک حسیں پیغام ہوتی ہے

یہی تمّار کی آنکھوں کی بینائی
یہی ہے کوفے کی گلیوں کی سودائی
محبت آپ ہی اپنی تماشائی
علیؑ و فاطمہؓ کی ہم نوائی میں
کبھی یعقوبؑ و یوسفؑ کی جدائی میں
محبت درد کی دل سے شناسائی
یہ عیسیٰؑ ابنِ مریم کی حواری ہے
یہ اصحابِ کہف کی سچی یاری ہے
محبت مصر کی بانو کی ہمسائی

بہت ہی خاص ہو کر بھی
محبت عام ہوتی ہے
محبت کم نہیں ہوتی
یہ صبح و شام ہوتی ہے

Scanned with CamScanner

مری ہم دم!

تمھارا شاعرِ پُرخواب گر اپنے تخیّل کو حسین الفاظ کے پیرائے میں ڈھالے

تو کہہ دے گا محبت اک

اثر انگیز قربت کا نشاط آمیز نشّہ ہے

اُمڈتی سردیوں کی دھوپ کا پرکیف لمحہ ہے

برائے زندگی مہکی ہوئی سانسوں کی اک مالا

بھرے آنگن میں ہنستے پیڑوں کا سرسبز سایا ہے

پرانے دوستوں کے پیار سے نکھری ہوئی صحبت

پھسلتے وقت کو مٹھی میں بھر لینے کا سودا ہے

تمازت خیز جگ راتوں میں پورے چاند کی ٹھنڈک

تھکن سے چور خوابوں کے لیے شبنم کا خیمہ ہے

ٹپکتی بوندوں میں مخمور پھولوں سے اڑی خوشبو

ٹھمکتے، ناچتے گاتے ہوئے موسم کا قصہ ہے

ثمر آور خیالوں کے لیے امید کی کونپل

ثبات و استقامت سے مزیّن اک ارادہ ہے

جہاں کے درد اور دکھ بانٹ لینے کا حسیں جذبہ
جھکی شاخوں کا بارِ شکر سے موسوم سجدہ ہے
چمن میں پھول کی بادِ صبا کے ساتھ سرگوشی
چہکتے پنچھیوں کی ڈار کا خوش رنگ میلہ ہے
حیا کی شال میں لپٹا ہوا سورج دسمبر کا
حسیں یادوں کی وادی میں نکھرتا اک سویرا ہے
خیالوں کے نگر میں چاندنی چھٹکی ہوئی اک شب
خرد کے باغ میں کھلتی ہوئی نظموں کا بوسہ ہے
دہکتے سُرخ پھولوں کے لبوں پہ جھومتی مسکان
دُھلے اشجار پہ بکھری ہوئی بارش کا چہرہ ہے
ڈلک میں نُور کے سونے سے ڈھالا اک سنہری ہار
ڈھلانوں میں کہیں بہتا ہوا چاندی کا چشمہ ہے
ذرا سی دیر کو نکلا ہوا اک صبح کا تارا
ذرا سی دیر کو چھایا ہوا بادل کا ٹکڑا ہے
رہِ افلاک میں اڑتی دھنک کی خوش نما تتلی
رگِ جاں میں اترتی شام کا مخمور لہجہ ہے
زباں سے پیار میں نکلے ہوئے لفظوں کی شیرینی
زمینِ دل کی گلیاں گھومتا مصری کا لہجہ ہے
سفر میں زیست کے تسکین کی اوڑھی ہوئی چادر

سہولت سے گزرتی ساعتوں کا نرم تکیہ ہے

شرابِ ہجر میں گوندھے ہوئے اک درد کی لذت

شبِ دیوانگی کے جام سے ٹپکا اجالا ہے

صبا کے ہاتھ میں آئے ہوئے موسم کی ہریالی

صبیح وریشمیں اوراق کرنوں کا صحیفہ ہے

ضریحِ پاک کے احرام میں جلتی ہوئی شمع

ضمیرِ بخت میں چمکا ہوا روشن ستارا ہے

طیورِ جنت الفردوس کی تسبیح کا موتی

طرَب کے باغ میں دہکے ہوئے ہونٹوں کا لالہ ہے

ظلامِ ابر میں اُمڈے ہوئے صحرا کی سیرابی

ظن وتخمین سے اک ماوراوسعت کا قصہ ہے

عبیر وعُود پہنی حُور کے رخسار کا غازہ

عطور آگیں بدن غلمان کے عارض کا سبزہ ہے

غلافِ کعبہ پہ کاڑھی ہوئی آیات کی تسبیح

غزالانِ حرم کی خواب گیں آنکھوں کا سرمہ ہے

فصاحت میں علی ابنِ ابی طالبؑ کا اک خطبہ

فراست میں حدیث سرورِ صلی اللہ علیہ وسلم من کُنتُ مولا ہے

کمانے کے لیے تقدیر میں لکھی ہوئی نیکی

کھُلے لفظوں میں دل میں گھر بنانے کا سلیقہ ہے

Scanned with CamScanner

گلے ملتے ہوئے رشتوں سے اُمڈے پیار کی لذت

گھروں کے صحنوں میں اتری ہوئی چڑیوں کا جلسہ ہے

لپک کے گود میں بھرتی ہوئی بانہوں کا اک حلقہ

لہو سے برگِ گل کو سینچتی ماؤں کی ممتا ہے

مکان ولامکاں کے تخت پہ جلوہ نُما ہے جو

محبت ہے مری جاں اور اس سے ماورا کیا ہے

نمازِ شب میں ہاتھ آئی نیاز و راز کی دولت

نسیمِ صبح کے اوراد و وظائف کا نتیجہ ہے

وراثت میں کسی درویش کا بخشا ہوا ترکہ

وصیت میں یہ اہلِ ذکر کے قدموں کا صدقہ ہے

ہری وادی میں بہتے آبشاروں کا سرودِ نے

ہمالہ کے حسیں دامن میں سرجو کی تپسیا ہے

یہی اس دنیا کی رونق، یہی اُس دنیا کا میلہ

یہاں جو ہے، وہاں جو ہے، محبت کے سوا کیا ہے

محبت اپنے ہی نازک تخیل میں

کسی شاعر کے دل کو چھو کے گزرے تو

حروفِ ہجہ کی ترتیب سے منظوم،

دو رویہ قطاروں میں کھڑے تشنہ دہن مصرعوں کو اپنے جام سے سیراب کرتی ہے

محبت نُور کا ایسا بہاؤ ہے

کہ جو عرشِ بریں سے جب اترتا ہے بقدرِ ظرف اترتا ہے

اور اس کی روشنی سے جسم کی ہر تیرگی چھٹتے ہی روحیں اس قدر شفاف دکھتی ہیں

کہ ہم جب ان کی جانب بڑھتے ہیں تو سوچ کو مہلت نہیں ملتی

بہ ظاہر ایسا لگتا ہے

کوئی انجان ہے اور ہم نہ اس کے بھید سے واقف

نہ اس کے خال وخط سے آشنا ہیں اور

نہ اس کے ساتھ کچھ لمحے گزارے ہیں

مری جاں یہ محبت بے وضاحت ہے

خدا محسوس ہوتا ہے

مگر تم جانتی تو ہو خدا احساس سے کچھ ماورا ہی ہے

اگر اس کی وضاحت کرنے کی کوشش بھی کی جائے

تو منہ سے وہ نکلتا ہے جو دنیا میں ہمیشہ باعثِ تعزیر ہوتا ہے

پھر اپنی لب کشائی کی سزا میں سولی پہ چڑھ کر ''انا الحق'' کہنا پڑتا ہے

مگر جاناں! یقیں مانو

یقیں کوئی نہیں کرتا

Scanned with CamScanner

اگر تم میثمِ تمار ہو

تو اس شجر کی آبیاری کیوں نہیں کرتیں

کہ جس پہ اس محبت سے مزیّن جسم کو لٹکائے جانے کی بشارت

باغ میں مزدوری کرنے والے نے چودہ صدی پہلے ہی دے دی تھی

وہی مزدور

جو تنہائی میں کعبے کی دیواروں سے لگ کر رات بھر گریے میں رہتا تھا

کبھی ناآشناہائے محبت کے نہ ہونے سے دکھی ہو کر

کنویں کی پیاس کو اپنے سرشکِ نور سے سیراب کرتا تھا

وہ جس نے اپنے نفسِ پاک کو ہجرت کی شب سو کے محبت کے عوض بیچا

کبھی یہ سوچا ہے تم نے

علیؑ مسجد میں مشغول عبادت تھے تو پھر کیسے

رکوعِ پاک کی حالت میں آئی اک سوالی کی صدا سن لی

اور اپنی انگلی کی انگشتری خیرات میں دے دی

صدا کس نے سنی تھی؟

کونِ محوِ بندگی تھا؟

اور یہ خیرات کس کی تھی؟

Scanned with CamScanner

محبت تھی

نجف کی خاک ہو جاؤ

محبت سیکھ جاؤ گی

کبھی یونان کے کوچوں میں جھانکا ہے

جہاں پر اب ارسطو اور فلاطوں جیسے جانے کتنے ہی سائے

ادب کے معبدوں میں خاک اڑاتے ہیں

یہاں ایتھنز کی گلیوں میں اک سقراط پھرتا تھا

وہی سقراط جس کی لوحِ دل پہ یہ محبت وحی کی صورت اترتی تھی

چلو سود و زیاں کے فیثا غورث فلسفوں کی گرد کو دامن سے جھاڑیں

جن میں سیفو سے بچاری سِلوِیا تک خُود کشی کے خاروخس ہیں

اور

چل کے زہر کے اس کوزے سے سیراب ہو جائیں کہ جس میں اس محبت کی حلاوت ہو

محبت ذائقے میں کیسی ہوتی ہے؟

اگر یہ جاننا ہے تو کبھی سقراط کے مکتب میں جا کے زندگی کا صرف اک لمحہ گزار آؤ

محبت شہد سے بھی شیریں ہوتی ہے

یہ وشوامتر جیسے گُوروکا بہروپ بھر کے رام کو سیوک بناتی ہے

کبھی بن واس کے برہا کی اگنی میں جلاتی ہے

تمھیں معلوم ہے جب رام جی اپنے پتا کے اس وچن کا مان رکھنے کو،

جسے پرجا نے بھی ٹھکرا دیا تھا

اپنی ماتا کو اکیلا چھوڑ کے جنگل سدھارے تو

بھلا کوشلیا کو کس نے پتی ورتا بنا کے راجہ کے چرنوں میں بٹھلایا

کبھی یہ جاننے کی سعی بھی کی ہے کہ یہ جو رام کے سنسکار تھے کس وید کے منتر سے آئے تھے

تمھیں معلوم ہے جب لنکا میں گھمسان کا رن پڑ گیا اور آتشی تیروں کی برکھا

رام کو جھلسا کے خاکستر بنانے پر تُلی تھی،

کس نے جیون دان دے کے رام کو سیتا سے ملوایا؟

وہی برہمن کہ جو لنکا میں بس اپنے پتی پرمیشور کی مالا جپتی تھی

اسے یہ رام کا اشلوک کس مندر کے پنڈت نے سکھایا تھا؟

محبت تھی!

کشن اوتار کے بارے میں بھی کچھ سن رکھا ہے کیا؟

وہی جن کو کنہیا کہتے ہیں، جو گوپیوں کے ساتھ ہنستے کھیلتے تھے

راجا تھے لیکن گوالوں میں پلے تھے، ان سے ان کا ونش کس گُورو نے چھڑوایا؟

اور ان کی نے سے آخر کس بھجن کے سُر بکھرتے تھے؟

کشن بھگوان نے ارجن کو رتھ میں کون سی گیتا پڑھائی تھی؟

محبت تھی

کسی مندر کی سیڑھی سے

کشن بھگوان کے اور رام کے چرنوں کو چھو آؤ،

کبھی سیتا کو بھی پرنام کر آؤ،

محبت جان جاؤ گی

Scanned with CamScanner

پرانے عہدنامے میں
کبھی تم بابِ پیدائش کو کھولو اور
زمین و آسماں تخلیق ہونے کے مراحل پر نظر ڈالو
یہ مٹی اور پانی اور ہوا کی نظم کو کس بحر میں باندھا گیا،
تقطیع کر دیکھو
عناصر کی عناصر میں بہم پیوستگی کس وزن کے سانچے میں اتری ہے
یہ مہر و ماہ کے مصرعوں کی بندش اور
یہ خشکی اور تری کے سب صنائع اور بدائع غور سے دیکھو
محبت ایک ایسی بحر ہے جس کی روانی نظمِ کائنات کی تخلیق ہوتی ہے
اے میری ہم نفس تم نے
کسی خلوت کی ساعت میں
اناجیلِ مقدس سے متی کے باب ہی کو پڑھ لیا ہوتا
کہ یردن میں یسوع یوحنّا سے بپتسما لے کر جب
خدا کے حکم سے جنگل میں آئے تو انھیں ابلیس نے کیا معجزے کرنے پہ اکسایا
مگر وہ ناصری جو قم باذن اللہ کہہ کر مردے کو بھی زندہ کر دینے پہ قادر تھا

یہ کیوں بولا کہ: لکھا ہے خداوندا! کبھی اپنے خدا کی آزمائش میں نہیں پڑنا

اور آخر کار اس نے کوہ کی چوٹی سے دنیا کی دکھائی جانے والی شان و شوکت

سلطنت، دولت

بس اتنا کہ کے ٹھکرا دی: کہ لکھا ہے خداوند! کبھی اُس کے سوا سجدہ نہیں کرنا

مسیحِ ناصری کو یہ کلام بندگی کس نے سکھایا تھا؟

محبت تھی

شمعون اور اس کے بھائی کو

جو ماہی گیر تھے، کس نے کہا آؤ میں تم کو آدمی گیری بھی سکھلا دوں؟

کبھی تو لوقا کی انجیل کی تمثیلوں کو سمجھو

وہ گلہ بان اپنی بھیڑوں کو جس کھیت سے چرنا سکھاتا تھا

محبت تھی

یسوع کی گفتگو سن لو محبت سیکھ جاؤ گی

قرآن پاک کو کھولو

مری جاں "دہر" کی آیات کو دیکھو،

کبھی "رحمان" اور "یاسین" کا اور "ملک" کا سورہ تلاوت کے لیے کھولو

کسی شب "واقعہ" کو غور سے پڑھ لو

یہ دہنے ہاتھ والے کون ہیں جو سونے اور چاندی کے کنگن سے مزین،

اطلس و کمخواب کے تکیوں پہ سر ٹیکے ہوئے ان باغوں میں آرام سے ہوں گے

کہ جن کو خوش نما، اشجار کی شاخوں پہ لٹکے

نادر و خوش ذائقہ اثمار کی کثرت نے زیبائی عطا کی ہے

یہ کن کی میزبانی اس شراب ناب سے ہوگی کہ جس سے نیند اور سستی کبھی پیدا نہیں ہوتی

بہشت و حور اور غلمان کیا ہیں اور خدا کیا ہے؟

زمین و آسمان کی اس حسین خلقت پہ اک غائر نظر ڈالو

کہیں کوئی کجی، کوئی کمی تم کو دکھائی پڑتی ہے یا خود نظر تھک کے

خلاؤں میں بھٹک کر لوٹ آتی ہے؟ ذرا سا تجربہ کر لو

یہ بادل پانی کے مشکیزے لے کے جب ہوا کے دوش پر محو سفر ہوتے ہیں تو ان کو،

بھلا وہ کون ہے جو کھینچ کے پورب سے پچھم کی طرف لاتا ہے اور صحراؤں کو سیراب

کرتا ہے؟

سمندر کی اٹھتی لہروں میں اونچے جہازوں اور

ہوا میں پیرتے پھرتے پرندوں کو خلا میں تھامتا ہے

اور

مہر و ماہ کی چکنی ڈلی سے نور کو اور لکڑیوں سے آگ کو تخلیق کرتا ہے

کبھی ارحام میں نطفوں پہ تصویریں بناتا ہے

یہ قوت کیسی ہے جو اک بہت کمزور پودے کو شجر کی چھال سے اظہار کی ترغیب دیتی ہے؟

مری جاں! باءِ بسم اللہ سے لے کر سورۂ والناس کی اس سین تک قرآن تقویم محبت ہے

یہاں ہر حرف میں اک مرحلہ ہے اور محبت کے مراتب ہیں

اگر قرآن کی مہکی فضاؤں میں اسے محسوس کر لو جو کہ شہ رگ سے بہت نزدیک تر ہے تو

محبت جان جاؤ گی

چلو آؤ زماں کی اور مکاں کی سرحدوں کو توڑ کر بطحا میں چلتے ہیں
یہ دیکھو آمنہؑ کی گود میں کیا نور پھیلا ہے
ملائک عبدالمطلبؑ کو پوتےﷺ کی مبارک باد دینے،
آسماں کے کونے کونے سے اتر کے آرہے ہیں اور
جنابِ عبدالمطلبؑ بہت خوش ہیں
فضائیں جو منات ولات کی ظلمت سے تیرہ تار تھیں
یک دم نکھر کے نورِ الا اللہ کے سانچے میں کیسے ڈھل گئی ہیں،
حوروں کے دف سے محمدﷺ دُر رسول اللہﷺ کے امڈے ہوئے نغموں نے
ساتوں آسمانوں سے زمیں کی آخری تہ تک یہ کیسا سُر بکھیرا ہے،
ابھی قرآن نازل ہونے میں چالیس برسوں کا زمانہ اور حائل ہے
مگر جاناں!
یہ گوشِ دل میں آخران ہواؤں سے مزمل اور مدثر کی تلاوت کی صدائیں کیسے پڑتی ہیں؟
ادھر آؤ! یہاں بدّ واندھیرے اوڑھ کے لیٹے ہوئے ہیں اور
حرا کے غار میں عرشِ بریں کی کیفیت ہے،
نور کے حالے میں وہ نورِ مجسمﷺ،

ابنِ عبداللہ ﷺ بصد ناز و ادا بیٹھا ہوا ہے اور جنابِ جبرئیلؑ اک کونے میں

دستِ ادب باندھے کھڑے ہیں جو محبت نامہ لائے ہیں

محمد ﷺ ابنِ عبداللہؑ کے حُسن و جمال صورت و سیرت پہ خود تخلیق کرنے والا

عاشق ہو گیا ہے،

خط میں اظہارِ محبت کر دیا ہے اور اب جبریلؑ ہاں کے منتظر ہیں

اب مری جاں! نامہ بر جبریلؑ اور

عاشق خدا، معشوق بندہ ہے

یہ وہ پہلا محبت نامہ ہے کہ اس میں اظہارِ محبت کے سبھی آداب ملتے ہیں،

اسے پڑھ لو تو تم یہ جان جاؤ گی کہ اظہار محبت کیسے کرنا ہے

وہ دیکھو! ایک دم دیوارِ کعبہ شق ہوئی اور فاطمہ بنتِ اسدؑ کعبہ کے اندر آ گئیں ہیں،

دنیا میں شیرِ خداؑ تشریف لائے ہیں، ابو طالبؑ بہت خوش ہیں،

مگر یہ کیا کہ نو مولود کی آنکھیں نہیں کھلتیں،

محمد مصطفےٰ ﷺ بھی آ گئے ہیں،

بچّے نے بوئے نبوت سونگھ لی ہے اور آنکھیں کھول کر آقا ﷺ کو دیکھا ہے

نبوت نے بھی رخسارِ امامت چوم کے اپنی زباں بچے کے منہ میں رکھی ہے

گویا کہ بابِ علم پر تختی لگائی ہے

محمد مصطفےٰ ﷺ کے آنے سے پہلے علیؑ نے اپنی آنکھیں کیوں نہیں کھولیں؟

یہی وہ نکتہ ہے جس پر محبت کی بنا ڈالی گئی ہے،

تم اسے سمجھو

ادھر دیکھو! نبی ﷺ کی اقتدا میں ریگِ صحرا کے مصلّے پر خدیجہؑ اور علیؑ محوِ نمازِ بندگی ہیں،

سجدہ گہ عرشِ معلیٰ ہے،

محبت کی جماعت ہو رہی ہے اور

رسول اللہ ﷺ کی تکبیروں کی خوشبو فرشتے سونگھتے ہیں

جابہ جا کھلتے ہوئے صحرائی پھولوں کے حسیں چہروں سے یارانِ تلاوت نے

نفاق و شرک کی گردِ کہن کو دھو دیا ہے

دیکھتے ہی دیکھتے صدیوں زمانوں سے خزاں اوڑھے ہوئے اس دشت نے

سرسبزی و شادابی کی خلعت کو زیبِ تن کیا ہے

اور

بیعت کے لیے دستِ ادب باندھے ہوئے خدمت میں حاضر ہے

تمھیں معلوم ہے اس دشت کے ذرّوں کی سیرابی محبت کی اطاعت کا نتیجہ تھی

اسی صحرا کے دامن میں جنابِ سیدہ خیر النساءؑ اس دنیا میں تشریف لائی تھیں

وہی خیر النساءؑ جو مادرِ حسنینؑ ہیں

جن کے لیے، حیدرؑ نہ ہوتے تو، جہاں میں کفو نہ ہوتا

میری آنکھوں سے دیکھو

مرتضیٰؑ شیرِ خدا اب فاطمہؑ سے شادی کا پیغام لائے ہیں،

رسول اللہ ﷺ کی شہزادیؑ بھی خوش ہیں

رسول اللہ ﷺ بھی خوش ہیں

اور آں حضرت ﷺ نے بوطالبؑ کے بیٹے کو خدا کے اذن سے داماد ہونے کا شرف

بخشا ہے،

سینے سے لگایا ہے،

نبوت کا امامت سے تعلق فاطمہؑ کے واسطے سے جڑ گیا ہے اور

علیؑ اپنی زِرہ کو بیچنے بازار آئے ہیں،

کہ اب یہ سلسلہ یعنی محبت کا سفر خُود وزِرہ سے ماوراٗ ہے،

اب تو جسموں پر تفنگ و تیر کی مشقوں سے تقدیرِ محبت ثبت ہو گی

اور نُورانی بدن پامال ہوں گے،

تشنگی سیراب ہو گی،

ریت پر دریا بہیں گے اور سرِ نیزہ محبت کی تلاوت زندگی ہو گی

مری جاں یہ محبت کی کہانی تو شبِ ہجرت سے لے کر کربلا تک کی کہانی ہے

یہی وہ داستانِ سادہ و رنگیں ہے جس کو حضرتِ اقبال نے جامِ خودی کے فیض سے پایا

سو ان کی آنکھوں نے خاکِ مدینہ اور نجف کے سُرمے سے ایسی بصیرت پائی

جس کے سامنے افرنگی دانش کے نظر کو خیرہ کرنے والے جلوے ماند پڑتے تھے

کبھی خلوت میں جا کے حضرتِ علامہ کے جامِ خودی سی تھوڑی سی پی لو

تو تم یہ جان جاؤ گی

محبت وحی بن کر قلب پر کیسے اترتی ہے

کہ اس بعد کیسی بھی، کہیں کی بھی زمستانی ہوا ہو

روح آدابِ سحر خیزی نہ بھولے،

اور بشر اس بندگی کے تاج کو سر پہ سجائے

Scanned with CamScanner

آن میں اس عالمِ معراج پہ پہنچے،
جہاں پہ قدسیوں کے پر تو جلتے ہوں مگر مضطر دلِ گردوں کو خاکِ پائے انساں سے قرار آئے
یہی وہ کیفیت ہے جو ''مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی'' کا جادہ ہے
کہ جس میں کوئی لیلیٰ ہم سفر ہو تب بھی محمل کو پذیرائی نہیں ملتی
زمینی اور زمانی فاصلے مٹ جاتے ہیں حتا کہ پائے عرش سے دیدار ہوتا ہے،
بہم کچھ گفتگو بھی ہوتی ہے لیکن مری جاں!
وصل کا معنیٰ اگر وہ رشتہ ہے جو جسم کی قربت کا حاصل ہے
تو پھر اس وصل کی قسمت میں تقدیرِ ازل نے جاوداں ہونا نہیں لکھا

ذرا سوچو!
کہ یہ جو لیلیٰ مجنوں،
شیریں وفرہاد کے قصے ہیں ان میں عاشق ومعشوق آخر وصل کی لذت سے،
اس لذت سے کیوں محروم رہتے ہیں؟ جو قربت کا نتیجہ ہے
اگر مجنوں کو لیلیٰ،
کوہ کن کو شیریں مل جاتی
تو کیا دشت وجبل کو چھوڑ کر یہ عمر بھر گھر بیٹھے ان کی ناز برداری کیا کرتے؟
یا کچھ ہی روز میں اُس خال وخط کے حُسن کے جادو سے اُکتا کے
کسی بھی دوسرے دشت وجبل کی راہ چل پڑتے
کہ جس میں اک نئی لیلیٰ، نئی شیریں
فراق وہجر کے حُسنِ ازل کی شان سے بیٹھی،

کسی رم خوردہ کی اور کوہ کن کی منتظر ہو

ہاں! خدا حسنِ ازل ہے عاشق و معشوق ہے اور خالقِ حسن و فراق و ہجر ہے

لیکن سدا مہجور ہے

اور یہ ملائک، انبیا، انسان، سب مہجور ہیں

کوئی نبی کوئی ولی حسن ازل میں ضم نہیں ہوتا،

کبھی مدغم نہیں ہوتا

اگرچہ لذتِ دیدار سے سیراب ہوتا ہے

مگر کچھ مرحلوں کے بعد آخر ہجر کے اس سائباں میں لوٹ آتا ہے

جسے اپنی زباں میں، ہم سب اہلِ دل محبت کا حرم کہتے ہیں

میری جاں! باہم پیوستگی تو صرف اعضائے تناسل کی ضرورت ہے

محبت تو گل و بلبل، چکور اور چاند کا رشتہ ہے جو ناواقفِ کوئے فریبِ وصل ہوتا ہے

یہی مہجوری ہے جو عبد اور معبود کا دائم تعلق ہے

وگرنہ ہم وصالِ دائمی سے تنگ آ کر دوسرے معبود کی اس کھوج میں چلتے کہ جس کا ہر

پڑاؤ ہجر کے اک دشت میں ہوتا

یہاں تو ہجر کا ایسا سمندر ہے

کہ جس کی تند موجوں میں وصال ان بلبلوں کی مثل ہے جو ایک لمحے کے لیے بنتے ہیں

اور چشمِ زدن میں پھوٹ جاتے ہیں

مری جا!ں وصل دھوکہ ہے

حقیقت ہجر ہے اور ہجر دائم ہے

Scanned with CamScanner

تمھیں بس یہ بتانا ہے
محبت ہجر ہے "ہجرت نصیبی" ہے
مگر یہ ہجر یہ ہجرت
خود اپنے آپ سے ہے
زندگی کی لہوی، لعبی، رونقوں سے محفلوں سے ہے
یہ ہجرت جو بس اک انکار کی مرہونِ منت ہے
عمل انگیز ہوتی ہے
بہت زرخیز ہوتی ہے
اسی ہجرت کے سائے میں
مسرت افزا غم کے پیڑ اگتے ہیں
نشاط انگیز دکھ کے پھول کھلتے ہیں
نئی بادِ بہارِ زخم چلتی ہے
فضائے درد میں جب اشکوں کی برسات ہوتی ہے
تو اس ابرِ بہاراں میں
شکستہ خوابوں کے بھیگے پرندے چشم حیراں کی

بکھرتی خواب گاہوں سے نکل کر گنگناتے ہیں

اور اپنی ننھی منقاروں سے سازِ ہجر کے چھینٹے اڑاتے ہیں

تو یہ منظر

فریب وصل کی تجسیم کرتا ہے

ہمیں ''ہم'' میں اور ''تم'' میں اس طرح تقسیم کرتا ہے

کہ اس لفظِ محبت کی

محبت کے معانی کی

نئی تفہیم ہوتی ہے

وصال و ہجر کی تفریق میں جب دھڑکنیں بے قابو ہوتی ہیں

تو کھلتا ہے

وصال اک واہمہ ہے بے یقینی ہے

حقیقت ''ہجر'' ہے اور ہجر ہی دائم محبت ہے

یہی وہ ہجر ہے جس کے تعاقب میں

محبت سرفروشی کی منازل سے گزرتی ہے

کبھی دشتِ بلا میں تشنہ لب رہ کر

فراتِ زیست کی تشنہ دہن لہروں کو اپنے خون سے سیراب کرتی ہے

یہی وہ ہجر ہے

جس کی گھنی پلکوں کے سائے میں

ہماری ان گنت محرومیاں تسکین پاتی ہیں

Scanned with CamScanner

اسی کی بانہوں میں چھپ کر

ہم اپنی حسرتوں کی، آرزوؤں کی، تمناؤں کی ناکامی پہ آٹھ آٹھ آنسو روتے ہیں

نہ جانے اور کتنا ہی

غبارِ زخم دھوتے ہیں

یہی وہ ہجر ہے، جس کی طلب میں قیس نے لیلیٰ کی چشم ناز کو منزل بنایا تھا

وہ منزل، جس کے سارے راستے

دریاے وحشت کے حبابوں میں نکلتے تھے

چمکتی ریت کے پیاسے سرابوں میں نکلتے تھے

اسی دریاے وحشت کا سفر ہم کو بھی کرنا ہے

سرابوں میں ٹپکنا ہے، پہاڑوں میں الجھنا ہے

کہیں پر پابہ زنجیر اور کہیں تیشہ بدست

اس ہجر کے نخلِ گراں مایہ کو اپنی آرزوے وصل کے خوں سے، بہت سیراب کرنا ہے

کہ جو اک دائمی چھتنار بن جاے اور اس کی چھاؤں میں، ہم وقت کی حد سے نکل کر

اس طرح سے بے حد و امکان ہو جائیں

کہ پھر کوئی کسی فرداودی کی راہ سے بھٹکی ہوئی ساعت ہمارے درمیاں حائل نہ ہو پاے

تمہارے خوبصورت لعل سے دہکے ہوئے یہ لب
کہ جن پہ شاعری کرنے لگے کوئی تو سو دیوان لکھ ڈالے
اور اس دیوان کی غزلوں کا اک ایک شعر حاصل ہو غزل کا
جس پہ کوئی منچلا نقاد اپنے تبصرے کی داد پانے کے لیے مضمون لکھنے بیٹھے تو
الفاظ کو چننے سے عاجز ہو اور اپنی بے بسی پہ انگلیاں کاٹے
تمھاری آنکھیں جن میں مسکراتی صبح کا جادو ہے
ہنستی کھیلتی شاموں کی مستی
چاندنی راتوں کی ٹھنڈک ہے
دل شاعر کو ایسے کھینچتی ہیں جس طرح یہ نظم کی تخلیق کے لمحے خیال و فکر کو ناز و ادا کے جال
میں الجھا کے اپنے بازوؤں میں کھینچ رکھتے ہیں
لہٰذا یہ کتابیں، پنسلیں، صفحوں کے دفتر، دکتری کا زعم، سب کے سب دھرے رہ جاتے ہیں
اور شاعری ہوتی ہے تو بس پھر
ولاخوف علیھم

اور

ولاھُم یحزنوں

Scanned with CamScanner

بس شاعری ہوتی ہے اور کچھ بھی نہیں ہوتا

تمھاری پلکوں کے بہتے ہوئے جھرنے

کہ موسم کی حسیں پیشانی پہ بارش کی بوندوں کا غلاف

اور اس پہ یہ ترشے ہوئے ابرو

کہ جیسے جھومتی، مدہوش بہتی جھیل میں اک پھول گرنے سے ابھرتے

شوخ نازک دائرے

خوابوں کو ایسی وادیوں کی اور لے جاتے ہیں جن میں نقرئی چشمے،

ہوا میں جھولتے، اٹکھیلیاں کرتے ہوئے اشجار کا سبزہ

افق پر برف کے اونچے پہاڑوں میں پگھلتی صبح کا سونا

ہوا میں پیرتے، نغمے لٹاتے خوش نما طائر

بہشتی منظروں کا رنگ بھرتے ہیں

یہ نقش و ناک کی باریکیاں گویا کسی خطاط نے آیات لکھ کے داد چاہی ہو،

چمکتا، جھلملاتا، نور کے موتی سے ڈھالا چھوٹا سا کوکا کہ جیسے صبح کا تارا سحر کو اور بھی مسحور کر کے

زندگی کو دم بخود کر دے

یہ عارض جو ازل سے بے نیاز غازہ و گل گونہ ہیں، ان پر بہارِ جاوداں کی شام کے بوسے

شفق کے رنگ میں ڈھل کر ابھرتے ہیں، تو لگتا ہے

گلستاں جا بہ جا کھلتے ہوئے تازہ گلابوں سے بہت مہکا ہوا ہے،

تتلیاں مسکان کی صورت صبا کے بازوؤں میں جھولتی ہر پنکھڑی پہ بیٹھتی ہیں، گنگناتی ہیں

کبھی بے ساختہ ہنستے ہوئے کوئی بھنور پڑ جاتا ہے تو بس

ہزاروں دل سفینوں کی طرح یوں ڈولنے لگتے ہیں جیسے ڈوب جائیں گے
یہ پیشانی جسے سورج کی کرنوں اور شبنم کے صبیح وپُر صبا آمیزے سے گوندھا گیا ہے
جب شکن آلود ہوتی ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے
کسی خاموش اور گہرے سمندر کی مہرباں گود میں سوئی ہوئی لہریں اچانک جاگ کر،
انگڑائیاں لیتے ہوئے آنکھیں مسلتی ہیں
اور اس پہ زلفوں کی اڑتی ہوئی یہ کالی بھوری بدلیاں جو عنبر و صندل کے پانی سے اٹھی ہیں
اپنی ہلکی ہلکی بارش کی پھواروں سے مشامِ جاں کو مہکاتی ہیں تو
دل کی یہ شاعر دھڑکنیں نظمیں بُنا کرتی ہیں اور اشعار کہتی ہیں
یہ گردن کی صُراحی
اور حباب آلود سینے کا تنفس
قامتِ زیبا
تمہاری بانہوں کے بہکے ہوئے جادوئی حلقوں سے نکلنے کے لیے دل چاہیے جاناں!
مگر یہ ہونٹ،
یہ آنکھیں،
یہ پلکیں اور یہ عارض،
سوائے واہمہ کیا ہیں
حقیقت ہجر ہے جاناں
حقیقت ہجر ہے اور ہجر دائم ہے

ذرا اس باپ کی آنکھوں میں تو جھانکو
کہ جو اولاد کی خاطر
کسی دفتر کی بوڑھی میز پر کڑھتی ہوئی کڑوی کسیلی فائلوں کے طنز سہ کر مسکراتا ہے
کبھی کھیتوں میں سورج کے غضب وغیظ کو اپنے تبسم میں چھپاتا ہے
درانتی اور قلم کی نوک سے اپنے لہو کو آزماتا ہے
تماشا گاہوں میں،
تھیٹر میں، گویا خود تماشا بن کے اک اک آنے دھیلے کی ہنسی کو جھیل جاتا ہے
یہاں تک کہ کبھی کاسہ اُٹھائے بھیڑ میں اپنی ہتھیلی اور اپنے نفس کی عزت گنوا کے
چند سکوں کے عوض شکرِ خدا کی حمد گاتا ہے
مری جاں تم کیا جانو ہاتھ میں اوزار لے کے سڑکوں پہ مزدوری کرنے کے لیے
گاہک کے پیچھے بھاگنے میں آدمی کے دل پہ کیا کچھ بیتتی ہے، کیا گزرتی ہے
کبھی یہ سوچا ہے کہ چھوٹے چھوٹے لقمے جب بچے کے منہ میں جاتے ہیں
تو ذائقہ خود باپ کو اپنی زباں پہ کس لیے محسوس ہوتا ہے
کھلونوں کی دکاں کے سامنے
بچہ مچلنے لگتا ہے اور باپ کی جیبوں کا خالی پن جہاں کا منہ چڑاتا ہے

تو دوہری دھار کا خنجر کلیجہ کاٹ دیتا ہے

اور اس کے بعد جب یہ باپ روز وشب مشقت کی اسیری کاٹ کے

نعم البدل سستا کھلونا لا کے دیتا ہے

تو کیسے اپنے بچے کی خوشی کو دیکھ کر خود بچہ بن جاتا ہے، اس کے ساتھ مل کے کھیلتا ہے

اپنے بچپن کی سبھی محرومیوں کو بھول جاتا ہے

یہ بچہ توتلے لفظوں میں بابا کہتا ہے تو باپ کو یہ کس لیے محسوس ہوتا ہے

کہ اس سے خود خدا نے گفتگو کی ہے،

مری جاں چھوٹا سا بستہ اٹھائے،

بچے کی انگلی پکڑ کے صبح دم مکتب کو جاتے باپ سے پوچھو

کہ اس ننھی عبادت میں تہجد کے مزے کیسے در آتے ہیں

سنو! یہ بوجھ تو تکلیف دیتا ہے

وہ کیسا بوجھ ہے جو نو مہینے ماں کو شاد آباد رکھتا ہے؟

کبھی رونے نہیں دیتا

اکیلی ہو بھی تو اس کو اکیلے میں ہزاروں محفلوں کا لطف آتا ہے

وہ اپنی کوکھ میں پلتی ہوئی اس روح سے جب گفتگو کرتی ہے تو سارے غموں کو بھول جاتی ہے

کبھی یہ بھی تو سوچو بے زباں جب روتا ہے تو ماں یہ کیسے جان جاتی ہے

کہ اس کو ٹھنڈ لگنے کی وجہ سے پسلیوں میں درد اٹھا ہے

یا اس کے پیٹ میں تکلیف ہے

یا بھوک کی شدت ستاتی ہے

بھلا یہ بے زبانی کی زباں ماں کون سے مکتب میں پڑھتی ہے؟

وہ نومولود جو پہلو میں سویا ہو ذرا سا کسمسائے بھی

تو دن بھر کی تھکی ہاری ہوئی،

یوں چونک کر بیدار ہوتی ہے

کہ جیسے نیند میں (ننھے گلابی، دودھ کی خوشبو سے مہکے) ہونٹو سے کانوں میں ماں کہ کر

پکارے جانے کی آواز سنتی ہو،

پھر اس کو چومتی ہے،

تھپتھپاتی ہے

اور اس کے ہونٹوں پہ پھرتی زباں کو نیم خواب آنکھوں سے بھی پہچان لیتی ہے

اور اپنے شیر سے سیراب کرتی ہے

یہ بے داری کی نینداس ماں کو کس کا دان ہے. جو صبح دم یوں زیست سے بھر پور اٹھتی ہے

کہ جیسے رات بھر مدہوش سوئی ہو؟

گھروں کی رونقیں،

بچپن، شرارت،

بھائیوں بہنوں کی ننھی منی سی اٹکھیلیاں،

کیا پیار کی خوشبو سے مہکی ڈانٹ کو تم بھول پائی ہو؟

کبھی یہ سوچا ہے

کہ ایک ہی گلشن میں کھلتے مختلف رنگوں کے پھولوں کو پرونے کے لیے

دھاگے کا سوت اس نفسی نفسی میں

کہاں کس چرخے میں کاتا گیا ہے؟ کس نے کاتا ہے؟
مزاجاً مختلف لوگوں کو گھر کی ایک چھت کے سائے میں کس نے بسایا؟

اور
کس نے بے غرض رشتوں کی چھاؤں خاندانوں کو عطا کی ہے؟
وہ بھائی بہنوں کے ماں باپ کے سائے میں
بچپن سے جوانی کے سفر تک نور میں لپٹے ہوئے لمحے
سے کے کون سے چشمے سے پھوٹے ہیں
وہی لمحے کہ جن میں ہر شرارت فکر کی سنجیدگی تک عکس بن کے سانس لیتی ہے
کبھی تم غور سے اس عکس کو دیکھو
کہیں بابا کی گھُر کی اب بھی چوکنے محافظ کی طرح تن کر کھڑی ہوگی
کسی جاماں کی میٹھی ڈانٹ بوسے کی طرح ان ریشمی رخساروں کی زینت بنی ہوگی
دعاؤں کے لیے اٹھے ہوئے ہاتھ آج بھی اس زیست کے تپتے ہوئے صحرا میں
پیڑوں کی طرح سایہ کیے ہوں گے
کسی پہلو میں بھائی کا تبسم ڈھال بن کے آج بھی چوکس کھڑا ہوگا
کسی کونے میں بہنا پا شفیق آغوش پھیلائے ہوئے ہوگا
کہیں گڑیوں کے کھیل اور چھینا جھپٹی میں لڑائی کا کوئی معصوم سا منظر جما ہوگا
کسی جاماموؤں،
چاچوں کے لاڈ
اور مامیوں اور چاچیوں کی گنگناتی محفلیں،

عیدیں کہ جن میں رنگ برنگے کپڑوں اور عیدی کی رونق آج تک ویسے ہی قائم ہے

وہ پھلجھڑیاں کہ جن میں شب برائت کی ہزاروں شوخیوں کے رنگ ہیں

ویسی ہی ہیں جاناں!

نظر کا فرق ہے ورنہ

کسی دروازے سے آتے ہوئے دادا

کوئی برفی کی پڑیا جیب میں ڈالے ہوئے اب بھی تمہیں آواز دیتے ہیں

پلنگ پہ صحن میں بیٹھی ہوئی دادی

ابھی بھی چھالیوں کا چوگا دینے کو بلاتی ہیں

مہرباں، جنسیت سے ماورا رشتے،

تعلق کا تقدس،

احترام، آداب، ادب،

تہذیب کی فصلیں کہاں کس کھیت میں اگتی ہیں سوچا ہے؟

مگر یہ اولڈ ہاؤس کے نجس کلچر کے کچرے کے کسی ڈبے میں سڑتے ناروا نطفے

جنھیں دو چار دن کی آشنائی نے مہوس کر دیا ہو

یہ کیا جانیں

جب کوئی رشتوں کی ان قرآنی اور نورانی زنجیروں کو یک سر توڑ دیتا ہے

تو اس نادان و ناہنجار کی حرکت پہ بھی کیوں بوڑھے ماں اور باپ کے منھ سے

دعائیں ہی ہیں نکلتی ہیں

کوئی بھی بددعا کا حرف ہونٹوں تک نہیں آتا

مری جاں! میں کہاں کا ڈپٹی صاحب کا نصوح آیا
جو وعظ و پند کے دفتر لیے بیٹھا ہوا تلقین کے معجون بیچوں اور تمھیں سمجھاؤں
کہ دیکھو! یہاں آزادیِ نسواں کے لقّے
ہر قدم پر حق و استحقاق سے موسوم، زہریلے پیالوں میں
بغاوت کا کوئی مشرب لیے ہوں گے
کسی سے لے کے پی لو گی
تو سب سے پہلے وہ شہ رگ کٹے گی
جس میں عزت اور بھروسے کا لہو بہتا ہے
اور پھر ایک اک کر کے تمھارا خاندانِ دل بکھر کے
لقمۂ خاکِ فریب دہر بن جائے گا،
دنیا کی لحد میں سینکڑوں منکر نکیر اتنا ستائیں گے
کہ آخر تنگ آ کر خود جہنم کے لیے آمادہ ہو جاؤ گی
خود کو جنس کے بھڑکے ہوئے اس حاویہ میں جھونک ڈالو گی
تمھارا صندلی جسم ایک دیوارِ شکستہ کی طرح ان اشتہاروں کے حمل کے بوجھ سے ڈھنے لگے گا
جو یہاں دنیا لگائے گی
مجھے یہ کیا پڑی ہے جو کہوں
شاعر
(حروف ولفظ کے یہ سامری)

کیوں کر غزل اور نظم کے بچھڑے تخیل کے طلائی رنگ و روغن سے بناتے ہیں؟
یہ مکڑے کس طرح شعروں کا جالا بنتے ہیں؟
اور جالے میں کتنی حسیناؤں کے تارِ زلف کی گرہیں لگی ہوتی ہیں،
کتنے پیچ ہوتے ہیں
ادب کی دال کو جذبات کی پڑیا میں رکھ کے بیچنے والے
یہ سادہ لوح اور معصوم سوداگر
فریب عمر کھا کے ہاتھوں کی جنبش سے بھی محروم ہو جائیں
تو آنکھوں سے
شباب حسن سے دہکی شرابِ دل فزا کے جام
سوچوں کے ندیدے پن کی شدت سے،
غٹا غٹ یوں چڑھاتے ہیں کہ بوتل اور صبوحی میں
کہیں بادے کی تلچھٹ بھی نہیں بچتی
وہ حضرت لیث نے جو اپنی تاریخ ادب میں میراجی کی نظم پر تنقید میں لکھا ہے کہ
جس کا تخیل اک سڑک کے کونے میں بیٹھی ہوئی پیشاب کرتی لڑکی کی شلوار کی شکنوں کے پیچھے
اور ہی کچھ دیکھتا ہو اس کی ذہنی سطح کا اندازہ کرنا اس قدر دشوار اور مشکل نہیں ہے،
ٹھیک لکھا ہے
اسے تنقیص بھی کہ لو تو یہ سچ ہے
انھی سودائیوں کے دفتروں کو حالی نے سنڈاس سے بدتر کہا ہے،
سچ کہا ہے،
خیر اسے چھوڑو کہ ہم تو میر اور غالب کے شیدائی ہیں
حالی کی دکاں پر کون جاتا ہے

مگر جاناں!

یہ کاذب اپنے لفظوں کی مٹھائی پر بھنکتی مکھیوں کی تاک میں رہتے ہیں اور سب سے

بغیر امتیازِ نسل و رنگ

اپنے محبت میں فقط توحید کے مسلک پہ قائم ہونے اور بس ایک ہی محبوب رکھنے کی قسم کھا کر

کبھی نظموں میں بنتے ہیں،

کبھی شعروں میں چنتے ہیں

جہاں سے داد پاتے ہیں

اجازت ہو تو میں بھی تم پہ کوئی نظم کہہ دوں

شعر میں بھر دوں

مری جاں میں تو شاعر ہوں

تمھارے گیسوؤں کی شام میں مہکے خیالوں کی گلابی کی قسم

اس سرخیِ رخسار سے پھولی شفق کی بے حجابی کی قسم

پیشانی پہ مسکان کی چھٹکی ہوئی اس چاندنی کی،

ماہ تابی کی قسم

ان آنکھوں میں چڑھتے ہوئے نشّوں سی، بہکی نیم خوابی کی قسم

پلکوں سے چھنتی نور یابی،

ہونٹوں پہ دہکی عنابی کی قسم

سینے میں چڑھتی ندی کی انفاس پرورده حبابی کی قسم

آواز میں لفظوں کی پائل سے چھنکتی لا جوابی کی،

سراپا بے نیازانہ جوانی سے ہمکتی پر شبابی کی

بدن کی لہروں میں بہتی صبوحی کی شہابی کی قسم

ان بازوؤں کے دائروں میں آرزوؤں کی شتابی کی،
کلائی میں چھنکتی چوڑیوں کے نقرئی سنگیت کی،
انگشتری میں جھلملاتے اس زمرد کی،
لطیف وریشمی لووں میں آویزاں جڑاؤ جھمکوں کی سیمیں نصابی کی قسم
تمہارے ساتھ کچھ بیتے ہوئے موہوم لمحوں کی خنک آغوش میں
اشعار کا سورج پگھلنے کی،
مری اس باریابی کی قسم
تم ہو
جسے میں نے دلِ نامہرباں کی ہر دھڑکتی ساعتِ مایوس کن میں مہرباں پایا
تمھی ہو جس نے میرے سلسلہ ہائے تخیل کو رنگوں کی تازگی دی ہے
تمھی نے میرے روز و شب کو اپنے چاند سورج کی ضیا سے نور بخشا ہے
تمھی ہو جو مرے لفظوں میں سر سنگیت بن کے رقص کرتی ہو
تمھارا ہی تصور میرے ہر منظر کی ہریالی،
مری غزلوں کی شادابی،
مری نظموں کا موسم ہے
مجھے مل جاؤ تم تو میں زمانے بھر کی خوشیاں یوں تمھارے قدموں میں رکھ دوں
کہ جیسے داس دیوی کے چرن چھو کر گلوں کا دان دیتا ہے
تمھارے خواب میری آنکھوں میں مہکیں
تمھارے عارض ولب پر مرے بوسوں کی سرخی سے شفق اپنے لیے پوشاک سلوائے
تمھاری مرمریں بانہوں کے حلقے جب مجھے جکڑیں تو میں کچھ اس قدر آزاد ہو جاؤں
کہ بپھرے پانیوں کی بے کرانی اپنی موجوں کی تہی دامانیوں پہ نادم و شرمندہ ہو جائے

تمہاری پلکوں میں تارے پروؤں

گیسوؤں میں چاند رکھوں

کہکشاں سے مانگ بھر دوں

شبنمی پیشانی پہ سورج بکھیر دوں

شام کی خنکی سے رخسارے کو تھپکوں

پھول کی پتی سے ریشم ہونٹ چوموں

تم مجھے مل جاؤ تو جاناں

مری صبحیں مری شامیں بدل جائیں

تمہیں دیکھوں

تمہیں سوچوں

اور اس دیوانگی کے دشت میں فرزانگی کے ابر چھا جائیں

محبت کے شبستاں میں کھلے تازہ گلابوں میں ہمارے جسم گھل جائیں

ہم اپنی مرضی سے لمحوں کو روکیں اور گزاریں

وقت پر ایسا تصرف ہو

مکاں سارا جہاں ہو چل پڑیں ہم یا توقف ہو

کسی کا خوف ہو دل میں

نہ ہو پرواز مانے کی

کسی سے بھی غرض نا ہو

کبھی ساحل پہ بیٹھے سیپیاں چنتے رہیں

اور ریت پر اک دوسرے کا نام لکھیں

اور کبھی موجوں میں بہ جائیں

افق پر پنچھیوں کی ڈار کی چہکار میں گم ہوں

کبھی بارش کی بوندوں کے مدھر سرگم میں کھو جائیں

گلستاں میں کھلے تازہ گلابوں کے نشیمن میں ہمارے شبنمی خوابوں کا بستر ہو

سحر کی اوس میں نکھرے ہوئے اشجار کے پہلو میں سوچوں کا بسیرا ہو

بہاروں کی شگفتہ اور تر و تازہ ہواؤں میں مسرت کی ملائم ریشمی بوچھار میں بھیگیں

تمھیں میں بانہوں میں بھر کے

تمھاری صندلی پیشانی کو چوموں،

کہوں

جاناں!

تمھاری سانسوں کی مہکار نے مجھ پر وہی جادو سحر پھر پھونکا ہے

جس کے اثر سے میں جوانی کے کئی سال حالت دیوانگی میں سڑکوں پہ آوارگی کرتا

رہا ہوں

دل پکڑ کے اپنی قسمت کے ورق،

اُن سب غلط لکھے

حروف ناشکستہ کو مٹانے کے لیے اشکوں کے گدلے پانیوں میں ڈال کے دھوتا رہا ہوں

جو کبھی مٹنے نہیں پائے

اور اب تو بس زوال عمر ہے

سورج پگھل کے سر کے بالوں سے پھسلتا ریش تک جھلا

ہاں مگر اب بھی

مرا دل

جس میں ٹھاٹھیں مارتا، امڈا محبت کا تلاطم خیز بحر بیکراں

تشنہ کناروں کو بہت سیراب کر کے
ساحلوں کو اپنے دامن میں چھالیتا تھا،
اب بھی موج زن ہے
اوراب اس میں تمھاری بے حدوپایاں محبت نے وہی طوفان برپا کردیا ہے
جس سے بچنے کے لیے میں لاشعوری اور شعوری طور پر
تم سے،
تمھاری ان غزالی آنکھوں سے پہلوتہی کرتا رہا ہوں ایک مدت تک

سواب جاناں
مرے دل کے سمندر میں سبھی لہریں تمھارے نام کی اٹھتی ہیں
جن میں وقت کا کوہ گراں پیہم خس وخاشاک کی مانند بہتا جارہا ہے
اورمری آنکھوں کی جھیلیں جو کبھی کی خشک ہو کے کربلا کے دشت کا منظر بنی تھیں
برف کے تودے پگھلنے سے لبالب بھر رہی ہیں
ان میں خوابوں کے کنول کھلنے لگے ہیں
آرزوؤں کے بھنور پڑنے لگے ہیں
زندگی پھراس ڈگر پرچل پڑی ہے
جس میں دنیااور مافیہا کا کوئی ہوش رہتا ہے
نہ ڈھلتی عمر کے احساس سے تضحیک ہوتی ہے
مری جاں
میں تمھاری صندلی پیشانی کو باردگر چوموں
کہوں
جاناں!

مری آنکھوں میں دیکھو
کیا تمھیں اپنے سوا کوئی دکھائی دیتا ہے ان میں؟
تمھی تم ہو
تمھارے خواب ہیں
اور میں تمھارے ان حسیں خوابوں کے جھرمٹ میں
بصد شمس و قمر بیٹھا
فراق و ہجر کی تیرہ شبی میں نور بھرتا ہوں
سو اب ناکامیِ دل پر ذرا بھی دھیان جاتا ہے
نہ کھو دینے کا کوئی وسوسہ آسیب بنتا ہے
میں ہر لمحے تمھاری پلکوں کے سائے میں رہتا ہوں
تمھارے نرم و نازک ہونٹ میرے سینے پہ ہر پل دھڑکتے ہیں
تمھاری سانسوں کی خوشبو
مری سانسوں میں مدغم
جسم کے ہر ریشہ و رگ میں سرور و کیف کی کلیوں کی پیہم آبیاری کرتی ہے
جاناں
میرا پورا وجود ایسے مہکتا ہے
کہ جیسے موتیے کے پھولوں کا اک اندرون ذات تک پھیلا چمن
بادِ صبا کے جھونکوں میں بہتا چلا جاتا ہو
جاناں!
میں تمھاری صندلی پیشانی کو بار دگر بار دگر چوموں
کہوں

کہ میں تمھارے بوسوں کی نازک سنہری تتلیوں کے لمس کو

شاخ بدن پر

جا بجا محسوس کرتا ہوں

تمھاری انگلیوں کی شبنمی پوروں کی خنکی

وقت کی اس دھوپ میں بھی اب

مرے چہرے کے خال وخط کو مرجھانے نہیں دیتی

تمھاری آنکھوں میں یوں ہی بسے رہنے کی لذت نے

مجھے اک خواب کی صورت میں ایسے ڈھال رکھا ہے

کہ اب تعبیر کی خواہش کوئی وقعت نہیں رکھتی

مری جاں روح کے نوکیلے پتھر تو

تمھارے جسم کی حدت میں سرتاپا پگھل جانے کے جذبے میں

کبھی کے گھل چکے ہیں

اب بدن بھی روح کی جوے نشاط تند میں بہتا ہوا

موج رواں کے دائروں میں رقص کرتا ہے

مرے انگ انگ میں جادو ہے

اور حسن ازل کے چڑھتے نشّے ہیں

کہ جن میں ڈولتا پھرتا ہوں

روز وشب

خمار زندگی بڑھتا چلا جاتا ہے

اور میں ہر گھڑی

یوں ہی سرور کیف میں ڈوبا

تمھاری قربتوں کے جام پیتا ہوں
مگر یہ جھوٹ ہے جاناں
وصال اک واہمہ ہے اور
قربت وسوسہ
جاناں!
حقیقت ہجر ہے اور ہجر ہی دائم محبت ہے
مگر پھر بھی-----
میں تم کو دیکھتا ہوں تو
نہ جانے کیوں؟
مرے دل کے اُمڈتے ناز پرور دشتِ حیرت میں
زوالِ عمر کے فرشِ عزا پہ برسوں سے بیٹھا کوئی مجنوں
جو پابندِ سلاسل ہے
بڑی مدّت ہوئی خاموش گم سُم ہے
اب اپنی آتشیں زنجیروں کے حلقے
اذیّت ناک حلقے سے
رہائی پا کے پھر سے عشق کے کوے ملامت میں
صدائے درد کی خواہش سے کچھ ایسے مچلتا ہے
کہ اب تم سے کہے بن کوئی چارہ ہی نہیں جاناں
مجھے تم سے محبت ہے
مگر جاناں---

کبھی یونان کے کوچوں میں جھانکا ہے

جہاں پر اب

ارسطو اور فلاطوں جیسے

جانے کتنے ہی سائے

ادب کے معبدوں میں

خاک اڑاتے ہیں

یہاں ایتھنز کی گلیوں میں

اک سقراط پھرتا تھا

وہی سقراط جس کی لوحِ دل پر

یہ محبت وحی کی صورت اترتی تھی

چلو سودوزیاں کے

فیساغورث فلسفوں کی گرد کو

دامن سے جھاڑیں

جن میں سیفو سے بچاری سلویا تک

خودکشی کے خاروخس ہیں

اور چل کے زہر کے اس کوزے سے

سیراب ہو جائیں

کہ جس میں اس محبت کی حلاوت ہو

محبت اور ہجر ہمیشہ سے شاعری کا موضوع رہے ہیں۔ دور جہالت سے اسلام کی طرف آنے والے شاعر کعب بن زہیر نے جو مشہور قصیدہ "بانت سعاد" لکھا، جس کی تعریف حضور ﷺ نے فرمائی اور اپنی ردا اسے بخشی، اس کے ابتدائی تیرہ اشعار اس کی محبوبہ کی تعریف اور تغافل وتلون پر ہیں، بعد میں اونٹنی کی تعریف، احباب اور زمانے کا شکوہ اور پھر حضور ﷺ کی مدح سرائی ہے۔ اس قصیدے نے ایسا نقش چھوڑا کہ یہ طویل قصیدہ عربی شاعری کا شاہکار ٹھہرا، جس میں تغزل بھی ہے، نظمیہ تسلسل بھی۔ حضور ﷺ کے اسے ردا بخشنے میں جو حکمت رہی ہو، ہمارے سامنے تو وہ شاعری ہے جو محبوبہ اور محبوب ہستی کی تعریف وتوصیف سے لبریز ہے۔

"محبت ہجر ہے" کے عنوان سے شیراز زیدی کی طویل آزاد نظم جس میں پابند ٹکڑے بھی اسی بحر ہزج میں موجود ہیں جس میں یہ لکھی گئی ہے، پڑھتے ہوئے مجھے جانے کیوں قصیدہ "بانت سعاد" یاد آ گیا، شاید اس لیے کہ شیراز زیدی کی نظم بھی محبت کے قصیدے سے شروع ہوتی ہے۔ نظم مکالماتی ہے۔ مکالمہ جو ابتدا میں محبوبہ سے ہے اور اس سے ایسے شدید عشق کا اظہار ہے جس میں نہ ہجر حائل ہوتا ہے، نہ جنون بے خبری میں لے جاتا ہے۔ ایسا عشق جس میں اپنی ذات منکشف ہونے لگتی ہے۔ یہ کشف مکالمے کو کہیں کہیں خود کلامی بنا دیتا ہے۔ وہ تمام علم، مشاہدے، تجربے، کیفیتیں جو شاعر کے شعور سے لاشعور میں منتقل ہو چکی ہیں، نظم کی روانی میں یوں بیان ہونے لگتی ہیں کہ فکر شاعری سے انحراف پیدا نہیں کرتی۔ یہ اس نظم کی خوبی ہے۔

سچائی پر مصلحت اندیشی غالب نہ آئے، نظریات کی چادر کسی سے مستعار لی ہوئی نہ ہو، کیفیات کی دھند میں منطق کی تیز روشنی چکاچوند نہ پیدا کرے۔ لفظوں کی بازی گری استعاروں پر حاوی نہ ہو جائے، علم کا اظہار خطابت اور تبلیغ کی طرف نہ لے جائے، شاعری خالص اور انفرادیت کے جوہر سے آراستہ رہے، "محبت ہجر ہے" کی شاعری انھی خوبیوں کی بنا پر اردو کی طویل نظموں میں قابل قدر اضافہ ہے۔

ڈاکٹر فاطمہ حسن

دعا پبلی کیشنز
الحمد مارکیٹ اردو بازار لاہور
فون 0300-9476417 / 042-37233585
E-mail:duapublications@gmail.com